www.khanqah.in

Visit us at: www.khanqah.in

ہفتہ وار

مبلغ

اشاعت کا چودھواں سال
14th year of Publication

The Weekly **MUBALLIG**
Srinagar Kashmir

سرینگر کشمیر

قیمت صرف 3روپے

05/اپریل 2013ء جمعۃ المبارک 23 جمادی اول ۱۴۳۴ھ جلد نمبر: 14 شمارہ نمبر: 12

حضرت شیخ نورالدین نورانیؒ چھِ فرماوان:

سَرِ منٛزِ کھورِ زَن دِژِم لَتھاہ
دِیوٗ کُنہِ اونت لَبہٕ مَا
دِتُم نہٕ بوٗچھِ بزن مَنٛس نہٕ پھاہ
ییٚتہِ برٛونٛٹھ دِتُم نہٕ تَتہِ کیٛاہ

"دریائے معرفت کی گہرائی اور تہہ تک پہنچ جانے کی کوشش کی لیکن کچھ نہ پایا، میں نے نہ کبھی گرسنگی اور کم خوری کو اپنا شیوہ بنایا اور نہ دِل کی طرف کوئی توجّہ کی، اسلئے جب یہاں کچھ نہ پایا تو وہاں کیا پاسکیں گے"۔

ریگنگ۔ ایک غیر مہذب طریقۂ استقبال

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

اپریل کا مہینہ آیا، گرمی نے رخت سفر باندھا اور دہکتی ہوئی فضاء پر ہرسو اَبرِ رحمت چھا گیا، نئے موسم کے ساتھ اسکولوں اور کالجوں میں بھی نئی بہار آئی، پوسٹروں، ورقیوں اور اخبارات کے ذریعہ ہر طرف تعلیم گاہوں کے تعارف اور اس میں داخلہ کی ترغیب کا سلسلہ جاری ہے، بازار میں طلبہ اور طالبات کے نئے نئے خوبصورت اور دیدہ زیب یونیفارم اور بھاری بھر کم کتابوں کے بستوں کا ایک سیلاب سا آیا ہوا ہے، جن کتب خانوں پر کوئی بھول کر پھٹکتا بھی نہیں تھا، وہیں اب نصابی کتابیں خریدنے والوں کی قطار در قطار لگی ہوئی ہے، ماں باپ اُمیدوں اور آرزوؤں کے حسین خواب سجا کر اپنے بچوں کو داخل کررہے ہیں اور معصوم بچے نئی کتابوں کاپیوں اور دوستوں اور سہیلیوں کو پاکر شاداں وفرحاں ہیں

اس خوش منظر اور دلفریب موسم میں ایک ہی چیز ہے جو حساس دِلوں میں کانٹے کی طرح چبھتی ہے اور وہ ہے اعلیٰ تعلیم کے مراکز، یونیورسٹیوں اور کالجوں میں ریگنگ (Ragging) کا رواج، نئے طلبہ کے ساتھ قدیم طلبہ کا یہ وہ رویہ ہے جو بہت سے لڑکوں کو کالج چھوڑنے بلکہ تعلیم سے محروم ہونے پر مجبور کردیتا ہے، اخبارات میں ایسے واقعات بھی آچکے ہیں کہ بعض طلبہ وطالبات کو بے لباس تک کردیا گیا، اور ایسا بھی ہوا کہ انہوں نے اپنی تذلیل وتحقیر کے صدمہ سے دوچار ہوکر خودکشی کرلی، ایک تو یہ بجائے خود انتہائی غیر اخلاقی وغیر انسانی سلوک ہے، اور خاص طور پر تعلیم گاہوں اور دانش گاہوں میں ایسے واقعات کا پیش آنا مزید قابل افسوس ہے کہ جہاں سے پوری قوم اور پورے ملک کو اخلاق ومروت کی روشنی ملنی چاہیے، خود وہیں ایسی تہہ در تہہ تاریکی ہو۔

اسلام اس طرح کے عمل کو نہایت مذموم سمجھتا ہے، آپ ﷺ نے ہر آنے والے کا گرم جوشی اور محبت آمیز استقبال کرنے اور اُن کے ساتھ احترام وتوقیر کا معاملہ کرنے کا حکم دیا، اسی لئے آپ ﷺ نے ملاقات کرتے ہوئے ایک دوسرے کو سلام کرنے اور سلام کا جواب دینے کا حکم دیا: "سلام" نہایت جامع اور بامعنی دُعا ہے، جس میں انسان مخاطب کو ہر طرح کی تکلیف سے سلامت وعافیت اور رحمت وبرکت کی دُعا دیتا ہے، سلام کا منشا ہی یہ ہے کہ مخاطب انسان سے مانوس ہو اور وہ سمجھے کہ وہ اپنے خیر خواہوں اور مخلصوں کے درمیان ہے، اس کو ماحول سے وحشت اور گھبراہٹ نہ ہو، اسے اپنائیت کا احساس نہ ہو کہ بیگانگی کا۔

آپ ﷺ آنیوالوں کا بہت ہی پرتپاک خیر مقدم فرماتے تھے، ایک وفد خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے یہ کہتے ہوئے استقبال فرمایا: "مرحبا غیر خزایا ولا ندامی" (بخاری جلد۱/۱۹) یعنی "تمہارا آنا مبارک، تمہارے لئے خوش آمدید، نہ تمہارے لئے ذلت ورسوائی ہے اور نہ ندامت وپشیمانی" عربی زبان میں "مرحب" کے اصل معنی کشادہ جگہ کے ہیں، عربی زبان کے اس لفظ کے ذریعہ مہمانوں سے کہا جاتا ہے کہ تمہاری آمد بارِ خاطر نہیں، تمہارے لئے دِل میں بھی اور مکان میں بھی خوب وسعت ہے، حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے فتح مکہ کے موقع سے اسلام قبول کیا، جب آپ ﷺ کے پاس آئے تو آپ نے کھڑے ہوکر ان کا استقبال کیا، اور "مرحبا" کے لفظ سے ان کو خوش آمدید کہا، حالانکہ عکرمہ اسلام اور پیغمبر اسلام کے بدترین دُشمن رہ چکے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ حضرت عینیہ بن حصن آپ ﷺ کے پاس تشریف لائے، اس وقت حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ آپ ﷺ کے پاس تھے اور تینوں یوں ہی زمین پر بیٹھے تھے، آپ ﷺ نے حضرت عینیہ کیلئے قالین منگوائے اور اس پر ان کو بٹھایا۔ حضرت جریر بن عبداللہ بجلیؓ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے حجرۂ مبارکہ میں بہت ازدہام تھا، جریرؓ دروازہ ہی پر بیٹھ گئے، آپ ﷺ نے دائیں بائیں دیکھا، جب کوئی جگہ نظر نہیں آئی تو اپنی رداءِ مبارک لپیٹ کر حضرت جریرؓ کی طرف پھینکی اور فرمایا کہ اسی پر بیٹھ جاؤ، جریر نے چادر لی، اپنے سینے سے لگایا، بوسہ دیا، پھر حضور اکرم ﷺ کو واپس کردی، احتراماً اس پر بیٹھنا گوارا نہیں کیا اور عرض کیا، اللہ کے رسول ﷺ! جیسے آپؐ نے میری عزت کی ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو بھی عزت عطا فرمائے۔ (مجمع الزوائد:۸/۱۵)

آپ کا یہ سلوک اچھے اور نیک لوگوں ہی کے ساتھ نہیں تھا، بلکہ بدخلق لوگوں کے ساتھ بھی آپ خوش اخلاقی ہی کا رویہ اختیار کرتے تھے، حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ ایک صاحب نے حضور اکرم سے حاضری کی اجازت چاہی، آپ نے فرمایا کہ یہ شخص اچھا آدمی نہیں ہے، پھر ملاقات کی اجازت مرحمت فرمائی، جب وہ آئے تو آپ ﷺ نے ان سے بہت ہی نرم خوئی کے ساتھ گفتگو فرمائی، جب حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ آپ نے ان کے بارے میں ایسی بات کہی، لیکن گفتگو بہت نرمی کے ساتھ کی، تو ارشاد فرمایا کہ بدترین آدمی وہ ہے جس کو لوگ اس کی بدکلامی کی وجہ سے چھوڑ دیں۔ (ترمذی شریف جلد۲/۲۰)

اسی لئے اسلام میں مہمان نوازی کی بڑی اہمیت ہے، مسلمان ہو یا غیر

ضروری گذارش: محترم قارئین کرام! یہ اَخبار عام اخباروں کی طرح نہیں، اسلئے اس کا اَدب واحترام ہمیشہ قارئین پر واجب ہے۔ مدیر

مسلم، جانا پہچانا ہو یا اَن پہچان، معروف آدمی ہو یا غیر معروف، بحیثیت مہمان ہر آنے والے کا احترام مسلمان کا فریضہ ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو، اسے چاہیے کہ اپنے مہمان کے ساتھ اکرام سے پیش آئے۔ (بخاری جلد۲/۹۰۲) نئے طلبہ کی حیثیت دراصل قدیم طلبہ کیلئے مہمان کی ہے، درسگاہ کی نئی فضا ان کیلئے نامانوس اور نئے چہرے ان کیلئے اجنبی ہیں، اسلئے ہونا یہ چاہیے کہ ان کے ساتھ نسبتاً زیادہ حسن سلوک اور خوش اخلاقی کو روا رکھا جائے، ان کا تعاون کیا جائے اور ان کی دلداری کا خیال رکھا جائے، تاکہ وہ اس ماحول سے متوحش نہ ہوں اور گھبرا نہ جائیں، نہ یہ کہ خاص طور پر ایسے سروسامان کئے جائیں جو نئے ماحول سے ہم آہنگ ہونے میں ان کیلئے رکاوٹ ودُشواری کا باعث بن جائے۔

کسی بھی ماحول میں جو لوگ پہلے سے ہوں اور "سینئر" کہلاتے ہوں ان کیلئے نئے واردین "جونیئر" کی نسبت سے شفقت ومحبت اور نصح ہمدردی کا رویہ رکھنا ضروری ہے، اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو بڑے کا احترام نہ کرے، اپنے چھوٹوں کے ساتھ شفقت کا برتاؤ نہ رکھے اور علماء کا مرتبہ شناس نہ ہو، وہ میری اُمت میں سے نہیں ہے۔ جب بڑے چھوٹوں کے ساتھ محبت، خیر خواہی اور شفقت کا معاملہ کریں گے تب ہی وہ چھوٹوں کے دل میں اپنا گھر بناسکیں گے اور احترام کئے جائیں گے۔

مزاح کی ایک حد تک ضرور اسلام میں گنجائش ہے، بعض مواقع پر آپ ﷺ نے لطیف مزاح فرمایا اور اسی لئے حدیث وسیرت کی کتابوں میں آپؐ کے مزاح پر مستقل باب موجود ہے۔ لیکن ایسا مذاق جو تکلیف دہ ہو جس سے دوسروں کی تحقیر ہوتی ہو ان کا تمسخر مقصود ہو، قطعاً جائز نہیں، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ایک گروہ دوسرے گروہ سے تمسخر نہ کیا کرے، ممکن ہے کہ تم جن سے تمسخر کرتے ہو وہی بہتر ہوں، اور نہ عورتیں عورتوں کا تمسخر کریں، ہوسکتا ہے کہ جن عورتوں کا تمسخر کیا جاتا ہو وہی بہتر ہو۔ (الحجرات) تکلیف دہ مذاق کو آپؐ نے بہت ہی ناپسند فرمایا ہے، ایک دفعہ کچھ لوگ آپؐ کے ساتھ شریک سفر تھے، ایک صاحب سو گئے، بعض حضرات نے دل لگی کے طور پر سونیوالے شخص کی ایک رسی لے لی، وہ بیدار ہوئے اور رسی نہ پاکر گھبرا گئے، آپ نے اس پر ناپسندیدگی کا//

بقیہ صفحہ 6پر............

www.khanqah.in

مسلم معاشرہ پر مغربی یلغار

حافظ مشتاق احمد۔کولگام

تعلیم و تعلّم انسان کا وہ فطری جوہر ہے جس سے قوموں کو سر بلندی حاصل ہوتی ہے، اسی سے قومیں عروج وارتقاء کی منزلیں طے کرتی ہیں، اور اسی کے نہ ہونے کی صورت میں ذلت و پستی میں جا گرتی ہیں، زمانہ قدیم سے اب تک ہر قوم کا یہی سرمایہ افتخار رہا ہے، اسلام سے پہلے اگرچہ اقوامِ عالم میں مذہبی علوم ناپید تھے مگر ان میں علمی ذوق موجود تھا، یہی وجہ تھی کہ مختلف اقوام کی متفرقانہ موشگافیوں سے روم و یونان میں علم طب اور حکمت و فلسفہ کا غلغلہ تھا۔

موجودہ اکیسویں صدی جو کہ محیر العقول تحقیقات و اکتشافات کی صدی کہلاتی ہیں، اور آئے دِن انسان نئی کھوج نئی تحقیق اور نیا تصور دُنیا کے سامنے لا رہے مگر مقام حیرت ہے کہ انسانی زندگیوں میں راحت و سکون ندارد ہے ظاہر ہے کہ موجودہ دَور کا سائنسی انقلاب مذہب سے عاری اور مادیت پسندوں کی شناخت بن کر رہ گیا ہے، تعقل پسندوں نے اس پر اپنی مہر تصدیق ثبت کردی ہے موجودہ دَور کے آلام و مصائب اور پُر آشوب واقعات نے انسانی زندگی پر گہرے اثرات مرتب کیے ہیں، لہٰذا ضروری ہے کہ اسلام کے دَم بھرنے والے میدان عمل میں آئیں اور قیادت و سیادت کا مذہبی فریضہ انجام دیں جس کیلئے حاملین اسلام کو اولاً ان ہی زندگیوں پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔ یہ دیکھ کر کلیجہ منہ کو آتا ہے کہ اسلامی معاشرہ کی حالت ناگفتہ بہ ہے جہاں خارجی فتنوں کا بازار گرم ہے وہیں داخلی سطح پر بھی اس کی مضبوط بنیادوں کا استیصال خود اپنے ہی ہاتھوں ہو رہا ہے، ہمارے اخلاق، عادات و اطوار ناقابل بیان ہیں جس کے سبب اغیار بھی برگشتہ نظر آتے ہیں، مجموعی طور پر ہمارا معاشرہ زوال و انحطاط کا شکار اور زبوں حالی و بدحالی سے دوچار ہے، باہمی سینہ زوری، بغض و عناد، حسد و جھوٹ وغیرہ جیسے امراض مسلم معاشرہ میں سرایت کرتے جا رہے ہیں، افتراق کا یہ عالم ہے کہ قرآن و حدیث کی صریح تعلیمات اور دُنیاوی مفادات کی یکسانیت بھی آج انہیں یکجا و ہم آہنگ ہونے سے قاصر معلوم ہوتی ہے۔ فرقہ پرستی اور بے جا شخصی اقتدار نے اسلامی ذہن و دماغ کو ہلا کر رکھ دیا ہے اس کا مرکزی عنصر دین سے بےزاری اور اسلامی تعلیمات سے سرمو انحراف ہے بلکہ صورتحال یہ ہے کہ مشرّع طبقہ کو مطعون نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے، اس اَمر کی سنگینی اس وقت اور بڑھ جاتی ہے جب اسلامی لباس میں بیٹھے کچھ ناعاقبت اندیش جدید اجتہاد اور نام نہاد فلسفہ پیش کرتے ہیں، ابھی چند مہینے قبل ایک فرقہ کا رہنما کا یہ بیان میڈیا کی دُنیا میں چھایا رہا کہ: ''موجودہ دَور میں مدارس اسلامیہ اور یہاں کا نصاب تعلیم عصری تقاضوں سے ہم آہنگ نہیں ہے لہٰذا مدارس کے بجائے کالجز اور یونیورسٹیوں کو اہمیت دی جائے اور مسلم معاشرہ کو جھولا چھاپ مولویوں سے چھٹکارا دلایا جائے''۔ یہ بیان کسی سیاستدان اور سیکولر دانشور کا نہیں بلکہ ایک روایتی اور مذہبی عالم دین کا ہے۔ ایسے ہی بیانات اور مختلف قسم کے مضامین جو اصل میں مسلمانوں کے دِلوں میں اسلام کی اصل پہچان کو مٹانا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّةً......'' اے ایمان والو اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔ مراد یہ ہے کہ اسلام اس طرح مانو کہ آپ پورے طور پر ظاہری اور باطنی دونوں طرح اسلام میں مدغم ہو جاؤ۔ ایسا نہ ہو ظاہری طور پر اسلام دکھاتا پھرتا ہو لیکن اندر سے اسلام کو اپنے اوپر ظلم اور جبر سمجھتا ہو، اور ایسا بھی نہ ہو کہ باطن میں اسلام سے محبت اور ظاہر میں غیر مسلموں سے مشابہت رکھتا ہو، اس طرح کا مسلمان بننا اسلام اجازت نہیں دیتا کہ آدھا ادھر اور آدھا ادھر ہو جاؤ گے جیسا کہ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

حج بھی کیا کعبہ کا گنگا کا آشنا بھی
راضی رہے رحمٰن بھی اور خوش رہے شیطان بھی

یہ تو ممکن ہو نہیں سکتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایک موقع پر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے بذریعہ قرآن یہ فرمادیا کہ ''قُلْ یٰٓاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ'' اے رسول! کافر لوگوں سے کہہ دو کہ جن کی پوجا تم کرتے ہو میں اُن کی عبادت نہیں کرسکتا ہوں''۔

عبادت کا مفہوم ہی یہ ہے کہ ''مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا'' جو چیز رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) تم کو دے دیں گے وہ لے لو اور جس چیز سے تمہیں وہ روکے اس سے رُک جاؤ'' اور جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ہمیں ارشاد فرمایا کہ تم غیروں کی مشابہت نہ کرو۔ تو ہمیں غیروں کی مشابہت سے بچنا چاہیے، مشابہت کا معنی صرف یہ نہیں کہ وہ لوگ بُت کے سامنے جھک جائیں، گھنٹی بجا دیں، وغیرہ وغیرہ۔ اور ہم ایسا نہیں کرتے بلکہ مشابہت یہ ہے کہ اگر غیروں نے کوئی چیز اپنائی صرف اس بنا پر کہ وہ اس چیز کو اپنے مذہب کے لحاظ سے اچھا سمجھ لیتے ہوں گے یا اسلئے اپنائیں تاکہ مسلمان لوگ اس میں مبتلا ہو کر دین سے دور ہو جائیں تو اس کو بھی مشابہت کہیں گے۔ کیونکہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ'' جو جس قوم کی مشابہت اختیار کرے وہ کل قیامت کے دِن اُن ہی میں اُٹھے گا'' اور ایک حدیث شریف میں اس طرح کی روایت وارد ہے: ''کَمَا تَحْیَوْنَ تَمُوْتُوْنَ وَکَمَا تَمُوْتُوْنَ تُحْشَرُوْنَ'' جس طرح کی تم زندگی گزارو گے اسی حالت میں تم کو موت آجائے گی اور جس حالت میں تمہیں موت آجائے گی اُسی حالت میں تم کو قیامت کے دِن اُٹھایا جائے گا''۔ تو آپ خود اندازہ کیجئے کہ اگر ہم نے غیروں کی مشابہت اختیار کر کے ہاتھوں میں کڑا پہنایا گلے میں کوئی دھاگا یا اس طرح کوئی چیز لٹکائی تو یاد رکھنا چاہیے کہ یہ بھی ایک طرح کی غیروں کی مشابہت ہے۔

اس وقت پوری دُنیا میں تمام مسلم دُشمن عناصر بڑے پیمانے پر اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں، جن میں خصوصاً یہود اور نصاریٰ ہیں، جن کے بارے میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے پہلے ہی پیشین گوئی فرمائی ہے کہ یہود مسلمانوں کے ازلی دُشمن ہیں، جب کہ جارج واشنگٹن نے بھی آج کئی برس قبل ایک بین الاقوامی سمنار میں ایک خطاب کے دوران کہا کہ ''میں تمام مذاہب کے لوگوں خاص طور پر مسلمان کو کہتا ہوں کہ یہود کے افکار و خیالات ہماری زندگی اور ہمارے مستقبل پر غالب آچکے ہیں، ہمارے دُشمنوں میں سب سے زیادہ خطرناک ہیں، ہمارا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ اُن سب حقائق کے باوجود ہم اُن کے استقبال اور آؤ بھگت میں حد درجہ اہتمام سے کام لیتے ہیں، یہود دراصل ایک ایسا کیڑا ہے جو ہمارے معاشرے کو زہر آلودہ کر رہا ہے، اور ہو سکتا ہے کہ آگے چل کر یہی اقوامِ متحدہ کے عدم استحکام اور اُس کے امن پسند پیغام کا روڑا بنے'' لہٰذا تمام افراد کیلئے خواہ اُن کا تعلق کسی بھی طبقہ یا مذہب سے ہو اور اُس میں بھی خاص طور مسلمانوں کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنے دُشمنوں سے آگاہ رہیں، اُن کی حرکات و سکنات سے آگاہ رہیں''۔

اس لئے پوری دُنیا اس وقت صرف اسی فکر میں لگے ہوئے ہیں کہ کس طرح مسلمان اپنے دین سے پھر جائیں اور اپنے اس مذہب یعنی اسلام سے دور ہو جائیں، لیکن افسوس کا مقام ہے کہ ہم مسلمان جہاں کوئی نئی بات، نیا فیشن دیکھیں چاہے اس فیشن کو صرف اس مقصد کیلئے رائج کیوں نہ کیا گیا ہو کہ مسلمان اس کو اختیار کر کے مرتد ہو جائے اور اس کو خبر بھی نہ ہو اور ہم نئے فیشن کو اختیار کرنا فخر سمجھتے ہیں!! حضرت مولانا سجاد نعمانی صاحب نے ایک موقع پر اسی فیشن کے متعلق ایک لطیفہ سنایا ہے کہ ''ایک انگریز ہوٹل میں چائے پی رہا تھا اچانک اُسکے ہاتھ سے برفی کا ایک ٹکڑا گرا اور وہ چائے کے پیالے میں پڑا، ہم جیسے مسلمانوں میں سے وہاں ایک مسلمان بھی کھڑا چائے پی رہا تھا جب اُس نے یہ دیکھا تو اس نے بھی جیب سے دو روپے نکالے اور برفی خرید کر چائے کے پیالے میں ڈال دی، ہوٹل والے نے جب اُس سے کہا کہ یہ کیا کیا؟ تو جواب میں کہا کہ میں نے سمجھا شاید یہ کوئی نیا فیشن نکلا ہو!!۔

تاریخی کالم

محمد عربی صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اَجداد......5

قریش کے قبائل

بنوتیم اور بنو کلاب: مُرّہ بن کعب کے تین فرزند کلاب، تیم اور یقظ تھے۔ بنوتیم میں خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہوئے، یوں ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نسب ان کی آٹھویں پشت میں مُرہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم سے مل جاتا ہے۔ کلاب بن مرہ کے بیٹے قُصی رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پانچویں جدامجد تھے۔

بنوزھرہ، بنو عبدالدار اور بنو اَسد: قُصی بن کلاب کے چار بیٹے تھے، عبدالعزیٰ، عبدمناف، عبدالدار اور زہرہ۔ بنوزہرہ میں آمنہ بنت وہب بن عبدمناف بن بن زہرہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی والدہ محترمہ تھیں۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی اسی قبیلے سے تھے۔ بنوعبدالدار کے پاس سقایہ اور رفادہ کے مناصب رہے، عبدالعزیٰ کے بیٹے اَسد تھے، بنو اسد میں ام المؤمنین حضرت خدیجہ بن خویلد بن اسد رضی اللہ عنہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کی پہلی زوجہ محترمہ تھیں۔ زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے حقیقی بھتیجے تھے۔

بنو عبدشمس اور بنو اُمیّہ: عبدمناف بن قُصی کے چار فرزندوں عبدشمس، نوفل، ہاشم اور المطلب کی اولاد میں بنوعبدشمس اور بنو ہاشم مشہور ہوئے۔ عبدشمس کے بیٹے اُمیہ کی اولاد بنواُمیہ میں خلیفہ ثالث حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ رضی اللہ عنہ اور ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا سلسلہ ابوسفیان بن حرب بن اُمیہ ہے۔ گویا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے والد عفان بن ابی العاص اور ابوسفیان بن حرب باہم چچازاد بھائی تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی والدہ اروی نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کی پھوپھی ام حکیم بیضاء بنت عبدالمطلب کی صاحبزادی تھیں۔

سرزمین عرب کے بُت

۱) سُواع: قرآن مجید کی سورۂ نوح میں وَد، یغوث، یعوق اور نسر نامی بتوں کے ساتھ اس کا ذکر کیا گیا ہے یعنی قوم نوح ان پانچوں بتوں کو پوجتی تھی۔ اس کے غرقاب ہونے کے ایک عرصہ بعد قبیلہ خزاعہ کے سردار عَمرو بن لُحَیّ نے شام میں بت پرستی ہوتے دیکھی اور چند بت ساتھ لے آیا۔ پھر اس نے مذکورہ پانچوں بتوں کو جدہ کے مقام پر دریافت کیا اور اس کے بعد مختلف علاقوں میں ان کی پوجا ہونے لگی۔ عہد اسلام سے پہلے یثرب کے مغرب میں ینبع کے قریب رُہاط کے مقام پر سواع کی پوجا ہوتی تھی، نیز دومۃ الجندل میں قبیلہ ہذیل کے لوگ بھی اسے پوجتے تھے۔ سواع کی شکل عورت کی تھی۔

۲) العُزّیٰ: یہ نام اعزّ کی تانیث اور تفصیل کا صیغہ ہے جبکہ اعزّ بمعنی عزیز اور عُزّیٰ بمعنی عزیزہ لیا گیا ہے۔ مکہ سے چند میل دور وادیٔ نخلہ میں ببول کا ایک درخت تھا جس کے نیچے بت عزیٰ کا تھان تھا۔ عزیٰ کا بت حرم کعبہ میں بھی رکھا ہوا تھا جسے فتح مکہ کے وقت توڑا گیا۔ وادیٔ نخلہ میں بنو کنانہ عزیٰ کو پوجتے تھے اور اسے توڑنے کیلئے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بھیجا گیا تھا۔

۳) اللّات: طائف میں بنو ثقیف اس کی عبادت کرتے تھے۔ ''لات'' کے معنی ہیں، ستو گھولنے والا، یہ ایک شخص تھا جو حاجیوں کو ستو پلایا کرتا تھا۔ بعد میں عمرو بن لحی کے ایماء پر اس کا بت بنا کر اس کی پوجا کی جانے لگی۔ قریش سونے سے پہلے لات اور عزیٰ کی پوجا پاٹ کرتے اور انہی کی قسم کھایا کرتے تھے۔ (جاری)

www.khanqah.in

ہفتہ وار
مبلغ
سرینگر کشمیر
05/اپریل 2013ء جمعۃ المبارک

یہودیت کی مخالفت۔ ایمان کا تقاضا

وہ یہود جنہوں نے حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اس دُنیا میں تشریف لانے سے قبل حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے نبی ہونے کا اعتراف کرلیا تھا اور انتظار میں تھے کہ جب وہ نبی آئیں گے تو ہم ان پر ایمان لائیں گے لیکن جب پیارے پیغمبر صلّی اللہ علیہ وسلّم تشریف لائے تو آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے منکر ہوگئے نہ صرف آپ کو جھٹلایا اور آپ کا انکار کیا بلکہ ذہنی اور قلبی طور پر پیارے پیغمبر صلّی اللہ علیہ وسلّم کو تکلیف پہنچائی اور اسلام کے اس مشن کے پھیلنے میں منافقانہ انداز میں سازشیں کیں، ان کی اسی دُشمنی اور آسمانی کتابوں سے روگردانی کی وجہ سے حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنی امت کو اس حقیقت سے باخبر کردیا تھا کہ ان سے نہ دوستی رکھی جائے اور نہ اخلاق وعادات میں ان کی موافقت کی جائے بلکہ حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بہت سے معاملات میں صاف طور پر خالفوالیہود یہود کی مخالفت کرو کہہ کر اُمت کو یہ بات بتائی کہ کسی بھی معاملہ میں یہودیوں کی موافقت درست نہیں بلکہ ان کی مخالفت کرنی چاہیے، یہودیوں کی یہ اسلام دُشمنی چودہ سو سال کے گزرنے کے بعد بھی جوں کی توں برقرار ہے بلکہ اس میں اور ترقی ہوئی ہے یہی وجہ ہے کہ یہ اسلامی ممالک اور مسلمانوں اور مسلمانوں کے شعائر کو نشانہ بنانے میں ہمہ تن مصروف ہیں۔

اب ہم مسلمانوں کو یہ سوچنا ہے کہ جن یہودیوں نے حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا انکار کیا آپ کے خلاف سازشیں کیں، آپ کو تکلیف پہنچائی، آپ کے قتل کی ناکام اور ناپاک کوشش کی اور اسلم دُشمنی کی ایک طویل تاریخ بنائی، کیا ایک باغیرت مسلمان اس کے باوجود ان کی تہذیب کو دِل سے پسند کرسکتا ہے؟ ان کی جال اور چال میں پھنس سکتا ہے، انکی پھیلائی ہوئی نجاستوں سے اپنے آپ کو آلودہ کرسکتا ہے؟

جو پاکیزہ شریعت ربّ کریم نے پیارے پیغمبر صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ذریعہ ہمیں عطا فرمائی جس میں عقائد کی پاکیزگی، اعمال کی صفائی، اخلاق وکردار کی عمدگی، معیشت کی مضبوطی، اور صالح معاشرت موجود ہے ایسی بے مثال وبے غبار تہذیب کو چھوڑ کر کیا ان یہودیوں کی تہذیب کو اختیار کریں جن کو اسلام اور مسلمانوں کے دُشمن قرار دیا گیا اور جن کی مذمت کیلئے "مغضُوبِ علَیہم اور الضَّالّین" کہہ کر ان کا پول کھول دیا گیا، کیا ایک مسلمان کا ضمیر اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دُشمن اور اللہ کے اس مقدس دین کے دُشمن کی بے حیائیوں اور ان کی فحاشیوں کو اختیار کرے اور اپنے ایمان وعقیدہ اور اخلاق وکردار سے محروم ہوجائے۔

یہ ٹی وی جو ہمارے ایمان پر ڈاکہ ڈالنے والا، مصیبتوں کا ڈھیر لے کر ان یہودیوں کی مرادوں کو پورا کرنے کیلئے نمودار ہوا ہے، تاکہ مسلمانوں کو اسلام وایمان سے برگشتہ کردے اور ان کو اپنے مذہب سے دور اور محروم کردے اور ان کے اندر کی حیاء وشرم کو ان سے نکال دے اس سے بچنا وقت کا اہم تقاضا ہے، وہ لوگ جن کے دِل میں نبی رحمت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے واقعی محبت اور ان سے حقیقی تعلق ہو، ضرور اس فتنہ سے بچ جائیں گے۔

جواھر القرآن

1

"اے انسانو! ڈرو اپنے پروردگار سے جس نے تمہیں ایک نفس واحد سے پیدا کیا اور اس سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور پھر ان دونوں سے اتنے سارے مرد وعورتیں پھیلادیں اور ڈرو حقوق قرابت (ضائع کرنے) سے بھی یقیناً اللہ تمہارا ہر حال میں نگراں ہے"۔ (سورۂ نساء)

الفاظ پر غور ہو سارے انسانوں کی ہر دھوں یا عورت اصل ایک ہی ہے۔ ایک جوڑے سے مردوں اور عورتوں کی ساری نسلیں چلی ہیں۔ جذبات کی یکسانی کے اظہر کا اس سے بہتر طریقہ اور کیا ہوسکتا تھا۔

پھر حقوق پر صراحت سے ڈرایا ہے اور حقوق قرابت کے لئے غایت اہتمام یہ ہے کہ ان کے ذکر کا عطف خود اپنے ذکر پر کیا ہے اور ارشاد فرمایا ہے:

و من اٰیتہٖ ان خلق لکم من انفسکم ازواجًا

تمہیں میں سے، تمہاری جنس سے، یہیں سے رد ہوجاتا ہے ان مذاہب باطلہ کا جنہوں نے مدت تک عورت کو بغیر روح کے مانا۔ ارشاد ہوتا ہے اور اسے بہ طور اپنے نشان قدرت کے پیس فرماتے ہیں کہ عورت تو تمہاری جنس کی چیز ہے۔ تم سے فروتر، پست تر، کوئی دوسری جنس نہیں۔ اس کی آفرینش سے یہ غرض نہیں کہ تم اسے باندی بنا کر رکھو بلکہ وہ تو اس لئے ہے کہ

لتسکنوا الیھا وجعل بینکم مودّۃ و رحمۃ

تم اس سے تسکین وراحت، سکون وخاطر حاصل کرو اور دونوں کے درمیان رشتہ اور تعلق آقائی اور کنیزی کا نہیں، محبت والفت کا قائم کردیا گیا ہے"

الفاظ اس قدر صاف وواضح ہیں کہ حاجت نہ کسی تشریح کی، نہ حاشیہ آرائی کی، اصل مقصود زندگیوں کو محبت واخلاص سے شیرین بنادینا ہے اور جن لوگوں کی فطرف سلیم ہے وہاں بحمد للہ یہی کیفیت پائی جاتی ہے۔

میاں بیوی ایک دوسرے پر فریفتہ رہتے ہیں لیکن جہاں بدقسمتی سے مذاق فاسد ہوچکے ہیں وہاں کے لئے ارشاد ہوتا ہے: "اگر تمہیں صورت، سیرت میں کوئی عیب بھی معلوم ہو تو تمہیں کیا خبر؟ کہ جو شے ناپسند ہورہی ہو اللہ نے اس میں کوئی بڑی مصلحت کوئی بڑی منفعت نہ رکھ دی ہو؟"

کیا آیت کے اس ٹکڑے کے مراقبہ کے بعد شوہر کے دل میں کچھ کشیدگی بیوی کی طرف سے باقی رہ سکتی ہے؟ حق افسری مرد کو یقیناً حاصل ہے: الرجالُ قوّامون علی النّساء) لیکن جو افسر ہے وہ اپنے حق کا استعمال کیوں کر کرے؟ اس کا جواب بھی قرآن لانے والے کی زبان سے سُنئے:

ابو ہریرہؓ صحابی معلم کائنات ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں: "نصیحت قبول کرو عورتوں کے باب میں نرمی کی، اس لئے کہ ان کی خلقت پسلی سے ہوئی ہے اگر تم اس کو ہموار کرنے کی فکر میں لگے رہے تو اسے توڑ کر رہوگے اور اگر اس کے حال پر اسے رہنے دوگے تو کجی بدستور رہے گی، پس نصیحت قبول کرو عورتوں کے باب میں نرمی کی"۔

فرمودِ رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم

سونے کے وقت کی دُعائیں

۱۱۔ "اَللّٰھُمَّ عَالِمَ الْغَیبِ وَالشَّھَادَۃِ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّ کُلِّ شَیْئٍ وَّمَلِیْکَہٗ، اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ، اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ وَمِنْ شَرِّ الشَّیْطٰنِ وَشِرْکِہٖ وَاَنْ اَقْتَرِفَ عَلٰی نَفْسِیْ سُوْءًا اَوْ اَجُرَّہٗ اِلٰی مُسْلِمٍ" (ابوداؤ د حدیث:۵۰۸۳،ترمذی حدیث:۳۳۹۲)

اے اللہ! جاننے والے غیب اور حاضر کے! اے پیدا کرنیوالے آسمانوں اور زمین کے، اے ربّ ہر چیز کے اور اسکے مالک! میں گواہی دیتا ہوں یہ کہ نہیں ہے کوئی معبود سوائے تیرے، میں پناہ چاہتا ہوں تیرے ذریعے سے اپنے نفس کے شر سے اور شیطان کے شر سے اور اسکے شرک سے اور اس بات سے بھی کہ میں ارتکاب کروں اپنے ہی نفس کے خلاف کسی برائی کا یا اسے کھینچ لاؤں کسی مسلمان کی طرف۔

۱۲۔ سورت الٓمّٓ تَنْزِیْلُ السَّجْدَۃ اور سورت تَبٰرَکَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ پڑھے۔

(ترمذی حدیث:۳۴۰۴)

۱۳۔ "اَللّٰھُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِیْ اِلَیْکَ وَ فَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلَیْکَ وَوَجَّھْتُ وَجْھِیْ اِلَیْکَ وَاَلْجَاْتُ ظَھْرِیْ اِلَیْکَ، رَغْبَۃً وَّرَھْبَۃً اِلَیْکَ لَا مَلْجَاَ وَلَا مَنْجَا مِنْکَ اِلَّا اِلَیْکَ اٰمَنْتُ بِکِتَابِکَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ وَبِنَبِیِّکَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ"

اے اللہ! میں نے تابع کردیا ہے اپنے نفس کو تیر اور سونپ دیا اپنا معاملہ تجھے اور متوجہ کیا میں نے اپنا چہرہ تیری طرف اور جھکائی اپنی پشت تیری طرف (ثواب میں) رغبت کرتے ہوئے اور ڈرتے ہوئے تیرے عذاب سے، نہیں ہے کوئی پناہ گاہ اور نہ جائے نجات تجھ سے مگر تیری ہی بارگاہ میں ایمان لایا تیری اس کتاب پر، جسے تو نے نازل فرمایا اور تیرے اس نبی پر جسے تو نے ہماری طرف بھیجا۔ (بخاری حدیث:۶۳۱۳، مسلم حدیث:۲۷۱)

''تم میں بہتر وہ ہے جو اپنی عورتوں کے حق میں بہتر ہو''

مولانا عبدالماجد دریا آبادیؒ

ہجرت کے بعد کا زمانہ ہے سرور کائنات ﷺ مدینہ منورہ میں رونق افروز ہیں ایک بار چودہ شعبان کی شب میں بستر مبارک سے آہستہ سے اُٹھتے ہیں۔

روایت بیان کرنے والی حضرت عائشہ صدیقہؓ ہیں۔ وہ بھی وہیں آرام فرما تھیں۔ ردائے مبارک آہستہ سے اُٹھاتے ہیں۔ حجرہ کا دروازہ آہستہ سے کھولتے ہیں۔ اور چپکے سے قبرستان بقیع میں مؤمنین کے حق میں دعائے مغفرت کرنے تشریف لے جاتے ہیں۔ اُم المؤمنینؓ روایت کرتی ہیں: حضور اقدس ﷺ کی ہر جنبش کے لئے رُوَیدا استعمال کرتی جاتی ہیں ''قَـــامَ رُوَیــدًا اخــذ رداءً رویــدًا'' وغیرہ۔ معنیٰ ''آہستہ'' کے ہیں۔ یہ اس وقت ہر عمل میں آخر آہستگی کا اہتمام کیوں؟

جواب دنیا سنے گی؟ شوہروں کو تمام تر خدا کے مجازی اور بیویوں کو تمام تر باندی سمجھنے والی دنیا سنے گی۔ آہستگی کا اہتمام اس لئے اور محض اس لئے کہ پاس لیٹی ہوئی عائشہ صدیقہؓ کی راحت میں بلاضرورت خلل نہ پڑے! اللہ اکبر

آج بڑے بڑے نرم مزاج شوہروں میں بھی ہیں کوئی صاحب ، رفیقۂ حیات کی راحت و آسائش کا اس درجہ اہتمام رکھنے والے؟

جس نے اپنی ازدواجی زندگی اس معیار کے مطابق گزار دی، حق پہنچتا تھا اسی کو کھلے لفظوں میں اعلان کرے اور دنیا میں پکار دے کہ: ''خیــر کم خیـر کـم لاهله و انا خیر کم لاهلی'' تم میں بہترین انسان وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے حق میں بہتر ہو، مجھے دیکھو میں اپنے گھر والوں میں بہتر ہوں''(ترمذی شریف)

یا پھر یہی پکار دوسرے لفظوں میں: ''خیــار کـم خیــار کم لنساء هم'' (ابن ماجه)

''تم میں بہتر وہ ہے جو اپنی عورتوں کے حق میں بہتر ہو''

نیکی اور بزرگی کا معیار آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ یہ نہیں کہ دفتروں اور کچہریوں میں دوستوں کے مجمع میں قومی جلسوں میں کون کیسا نظر آتا ہے بلکہ یہ کہ بیوی کے ساتھ برتاؤ کس کا نرم ہے۔ گھر کے اندر صبر و تحمل کا ثبوت کون دیتا رہتا ہے اور جلوت میں نہیں خلوت میں کون کیسا ہے؟ سسرال جیل خانہ کا نام نہیں اور نہ لڑکی شادی کے بعد بیوی سے باندی بن جاتی ہے آسان تھا بجائے خطبہ کی ان تصریحات کے محض اتنا کہہ کر لڑکی کا ہاتھ پکڑا دیا جاتا ہے کہ ''میاں لڑکی نہیں خدمت کو کنیز دی جا رہی ہے''۔

ان الفاظ سے دل، جو پہلے سے بھر آنے کے لئے تیار ہیں ضرور بھر آتے۔ لیکن حقیقت کی ترجمانی نہ ہوتی۔ اسلام میں بیوی کنیز نہیں ہو جاتی، بیوی ہی رہتی ہے۔ تو کیا اپنے حقوق پر جم کر سب سے بڑے حکیم اور سب سے بڑے حاکم کا یہ فرمان کسی مسلمان تک نہیں پہنچا ہے کہ ''عـــاشــروهـنّ بــا لمعروف''

بہ صیغہ امر بطور حکم ارشاد ہو رہا ہے کہ ''بیویوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ''۔ حسن معاشرت قائم رکھو! قید کسی خاص حالت کی نہیں۔ جوانی میں اور بڑھاپے میں بھی، وہ حسین و جمیل ہو تو بھی اور حسن و جمال ظاہری سے محروم ہو تو بھی۔ ڈھیروں مال لے کر آئے جب بھی، پوری خالی ہاتھ آئے جب بھی عزت رکھتی ہے، شوہر کی آمدنی پر حق رکھتی ہے، حیثیت و مرتبہ رکھتی ہے۔ لازم ہے کہ لحاظ اس کی عزت کا، حیثیت کا، مرتبہ کا رہے۔ و لهـن مثل الذی علیهـن جیسے مرد کے حقوق عورت کے ذمہ ہیں ویسے ہی تو عورت کے بھی مرد کے ذمہ ہیں۔ اور کیوں نہ ہوتے جب خلقت دونوں کی ایک رکھی گئی اور خلقت کی یکسانی کا گواہ کوئی دوسرا نہیں خود خالق کائنات ہے۔ ''و الله جعل لکم من انفسکم ازواجـا'' ''اللہ نے تمہاری بیویاں تمہیں میں سے پیدا کیں''۔ تمہاری جنس سے اس کی فطرت، تمہاری فطرت، اس کی خلقت تمہاری خلقت ہے۔ تمہیں اگر سیم و زر کی طلب ہے تو وہ بھی احتیاج مال سے بے نیاز نہیں رکھی گئی ہے۔ تم اگر اپنی راحت و آسائش کے بھوکے ہو تو اسکا جسم بھی خستگی اور تھکن کے اثرات کو قبول کرنے والا بنایا گیا ہے، تمہیں اگر غصہ آتا ہے تو وہ بھی بے حس نہیں پیدا کی گئی ہے۔ تم اگر اپنی جاہ و عزت کے طالب ہو تو وہ بھی اپنی توہین و رسوائی سے خوشی نہیں حاصل کرتی۔ تم اگر حکومت چاہتے ہو تو وہ بھی غلامی کیلئے خلق نہیں ہوئی۔

بائیوڈائیورسٹی کی حفاظت سے جنگلات کا تحفظ یقینی بنے گا۔ میاں الطاف

جموں/ جنگلات و ماحولیات کے وزیر میاں الطاف احمد نے کہا ہے کہ بائیوڈائیورسٹی کی حفاظت سے جنگلات کا تحفظ یقینی بنے گا۔ انہوں نے کہا کہ اس سمت میں حکومت نے جو پروگرام شروع کئے ہیں ان کے حوصلہ بخش نتائج برآمد ہو رہے ہیں، انہوں نے کہا کہ جنگلات کی حفاظت کے علاوہ جنگلات کے ناجائز تجاوزات کے خاتمہ کیلئے گہری نظر گذر رکھنے کی ضرورت ہے، وزیر موصوف انڈین انسٹی چیوٹ آف پبلک ایڈمنسٹریشن اور ورلڈ وائلڈ لائف فنڈ کی جانب سے مشترکہ طور منعقد کئے گئے ایک سیمنار سے خطاب کرر ہے تھے۔ اس سیمنار کا عنوان بائیور ڈائیورسٹی کنزرویشن اینڈ سسٹین ایبل ڈیولپمنٹ تھا، وزیر موصوف نے کہا کہ حکومت نے حال ہی میں بائیوڈائیورسٹی کنزرویشن بورڈ کا قیام عمل میں لایا ہے جب کہ بائیورڈائیورسٹی ایکٹ 2002 کو پہلے ہی اختیار کیا گیا ہے، انہوں نے ریاست میں بائیورڈائیورسٹی کے ماحول کو بنائے رکھنے کے لئے متعلقین سے کہا کہ وآج کے دن یہ عہد کریں کہ ریاست کے سبز سونے کی حفاظت کیلئے تمام وسائل بروئے کار لائے جائیں، انوہں نے کہا کہ جنگلی جانوروں اور پرندوں کی آماجگاہ جنگلات ہے اور ہم سب کو اجتماعی کوشش کرنا ہوگی تاکہ اس عظیم ورثے کو مستقبل کی نسلوں کیلئے سنبھال کر رکھا جاسکے۔ وزیر موصوف نے کہا کہ شوپیان اور پیر پنچال جیسے علاقوں میں بعض جنگل سمگلر اب بھی یہ غیر قانونی کام انجام دے رہے ہیں۔

SAMEER & CO
Deals with:
PLY WOOD, HARDWARE,
PAINTS ETC
ایک بار آزمایئے ، بار بار تشریف لایئے
H.O: K.P. ROAD ISLAMABAD
Contact No's: 9419040053

بچہ مزدوری کو روکنے کیلئے گٹھ جوڑ کو توڑنا ہوگا

نئی دہلی// وہ گٹھ جوڑ جس کی وجہ سے بچہ مزدوری کی مارکیٹ چل رہی ہے، اس کی جڑیں بہت گہری ہیں، اس وجہ سے اس کو توڑنے اور ملک کا قیمتی اَثاثہ ان بچوں کو آزاد کرانے کی کوششیں بارآور ثابت نہیں ہو رہی ہیں، بین الاقوامی محنت تنظیم (آئی ایل او) کی ڈائریکٹر ٹینا اسٹیر موز نے کہا کہ بچہ مزدوری کو بالکل بھی برداشت نہیں کیا جانا چاہیے، اور اسے یکسر ختم کرنا ضروری ہے، اس کیلئے جذبہ کی ضرورت ہے۔ فکر کی ایک بات یہ ہے کہ عالمی مندی کی وجہ سے ترقی پذیر ممالک میں بچہ مزدوری کے خاتمہ کی کوششوں کے باوجود بچہ مزدوری کو فروغ مل سکتا ہے۔ اس کو روکنے کی غرض سے ہی آئی ایل او نے اس مسئلہ پر میڈیا کے ساتھ مذاکرات کا اہتمام کیا تھا۔ اس ضمن میں تبدیلی لانے کیلئے بیداری پیدا کرنی ضروری ہے۔ جسمیں ذرائع ابلاغ اہم رول ادا کر سکتے ہیں۔ محترمہ ٹینا نے کہا کہ اس کیلئے اس موضوع پر اطلاعات فراہم کر کے اس موضوع کو زندہ رکھنا بھی ضروری ہے، علاوہ ازیں حقیقی اور سچی رپورٹنگ اور ضروری نکتہ چینی کے درمیان توازن رکھنا بھی ضروری ہے۔ آئی ایل او کے قومی پروجیکٹ کی منیجر مسٹر پریت ورما نے بتایا کہ پانچ ریاستوں جھارکھنڈ بہار، مدھیہ پردیش، گجرات اور اڑیسہ میں سے ہر ایک کے دو اضلاع میں بچہ مزدوری کے خاتمہ کا پروجیکٹ چلایا جا رہا ہے۔

آپ بیتی سے ایک اقتباس

انتخاب و ترتیب: عبداللہ خالد قاسمی خیرآبادی

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا نوراللہ مرقدہ نے فرمایا کہ: حضرت اقدس سیّدی مولانا خلیل احمد صاحب نوراللہ مرقدہٗ جب یک سالہ قیام حجاز کے بعد آخر ۳۴ھ میں مظاہر علوم میں واپس تشریف لائے تو میرے والد حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب نوراللہ مرقدہٗ کا شروع ذیقعدہ میں انتقال ہو چکا تھا، حضرت نے مدرسہ سے تنخواہ لینے سے یہ تحریر فرما کر انکار کر دیا تھا کہ میں اپنے ضعف و پیری کی وجہ سے کئی سال سے مدرسہ کا کام پورا نہیں کر سکتا، لیکن اب تک مولانا محمد یحییٰ صاحب میری نیابت میں دورہ کے اسباق پڑھاتے تھے اور تنخواہ نہیں لیتے تھے، وہ میرا ہی کام سمجھ کر کرتے تھے اور میں مدرسہ کی تعلیم کا پورا کام نہیں کر سکتا، اسلئے قبولِ تنخواہ سے معذور ہوں، اس پر حضرت اقدس شاہ عبدالرحیم صاحب نوراللہ مرقدہٗ سے بڑی طویل تحریرات ہوئیں، حضرت رائے پوری نے لکھا کہ آپ کے وجود کی مدرسہ کو سخت ضرورت ہے، آپ کے وجود سے مدرسہ کا سارا نظام باحسن وجوہ قائم ہے، اسلئے آپ کو مدرسہ اب تعلیم کی تنخواہ نہیں دے گا بلکہ ناظم مدرسہ کی تنخواہ دے گا، حضرت کے مدرسہ میں تشریف نہ رکھنے سے مدرسہ کا سخت نقصان ہے، حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ نے حضرت رائے پوری کی بڑی تائید فرمائی۔ اس پر حضرت سہارن پوری نے تنخواہ لینی قبول فرمائی۔

اس سے قبل کا قصّہ تو بہت ہی مشہور ہے کہ حضرت سہارنپوری کی تنخواہ چالیس تھی اور عرصہ تک یہی رہی، اور جب بھی ممبران مدرسہ کی طرف سے حضرت کی ترقی کا مسئلہ پیش ہوتا تو حضرت ارشاد فرماتے کہ میری حیثیت سے یہ بھی زائد ہے، مگر جب ماتحت مدرسین کی تنخواہ چالیس تک پہنچ گئی تو ممبران نے اصرار کیا کہ آپ کی وجہ سے نیچے کے مدرسین کی تنخواہ رک جائے گی کہ صدر مدرس سے دوسروں کی تنخواہ بڑھ جائے، اس پر حضرت نے اضافہ قبول فرمایا۔

حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ کے متعلق بھی اس نوع کا قصّہ معروف ہے کہ حضرت نے پچاس سے زیادہ کے اضافہ کو قبول نہیں فرمایا۔ لیکن عرصہ کے بعد اسی اشکال کی وجہ سے حضرت نوراللہ مرقدہٗ نے اضافہ قبول فرمالیا۔

www.khanqah.in

www.khanqah.in

آپ کے پوچھے گئے دینی سوالات

سوال: مردہ کو غسل دینے اور جنازہ کے اٹھانے کے آداب وغیرہ کیا ہیں؟ جنازہ میں کتنے شرائط وارکان ہیں؟ نیز غائبانہ جنازہ کے بارے میں فقہ حنفیہ کا مسلک کیا ہے؟ تفصیلاً بتلایئے۔نوازش ہوگی۔

شہزاد احمد بٹ۔ کشمیر یونیورسٹی

جواب: وباللہ التوفیق۔ لفظ جنازہ اصل میں 'ج' کے زیر کے ساتھ ''جِنازہ'' ہے، جس کا اطلاق تخت پر رکھے ہوئے مردہ پر ہوتا ہے، ''المیت علی السریر'' البتہ ''ج'' کے زَبر کے ساتھ ''جَنازہ'' اس قدر مشہور ہوگیا ہے کہ اَب اس کو غلط اور غیر فصیح کہنا مشکل ہے۔ (مختار الصحاح: ۱۱۳)

غسل: اس پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ مردہ کو غسل دینا فرض کفایہ ہے، اور زندہ آدمیوں پر اس کا یہ حق ہے۔ چنانچہ کچھ لوگ غسل دیں تو سبھوں کی طرف سے ذمہ داری ادا ہوجائے گی۔ (رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ: ۸۴)

امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک غسل کے وقت جسم کے سابقہ کپڑے اُتار دیئے جائیں گے، البتہ مقام ستر کسی کپڑے سے ڈھانک دیا جائے گا۔ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے یہاں کپڑا پہنی ہوئی حالت میں غسل دینا بہتر ہے۔ (رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ: ۸۴) امام ابوحنیفہؒ اور امام احمدؒ کے یہاں استنجاء کرانا بھی بہتر ہے، چونکہ عضو مخصوص کو چھونا جائز نہیں ہے، اسلئے یہ تدبیر اختیار کی جائے گی، ایک تر کپڑا ہاتھ میں لپیٹ کر ان اعضاء کو پونچھ دیا جائے گا۔ (الفتاویٰ الهندیہ: ۱/۱۸) مستحب ہے کہ غسل دلانے والا مردہ کو وضو کرائے، ناک کے نتھنوں میں انگلیاں داخل کرے اور دھوئے، یہ امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کی رائے ہے، حضرت امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں بعض علماء نے نقل کیا ہے کہ وہ اس کے استحباب کے قائل نہ تھے۔ (رحمۃ الامۃ والمیزان الکبریٰ للشعرانی: ۱/۲۴۰، کتاب الجنائز) لیکن احناف کی طرف یہ نسبت صحیح نظر نہیں آتی، فقہائے احناف نے بھی اس کا مستحب ہونا نقل کیا ہے اور اس کی تدبیر یہ لکھی ہے کہ غسل دینے والا اپنی انگلی پر ایک باریک کپڑا لپیٹ لے اس کو منہ میں داخل کرے، اسی سے اس کے دانت اور ہونٹوں کو پونچھے اور ناک کے نتھنوں کو صاف کرے۔ (الفتاویٰ الهندیہ: ۱/۸۱)

امام ابوحنیفہؒ کے یہاں بہر صورت گرم پانی سے غسل دینا افضل ہے، ائمہ ثلاثہ کے یہاں ٹھنڈے پانی سے، البتہ اگر میل زیادہ ہو تو ان کے یہاں بھی گرم پانی ہی سے غسل دینا بہتر ہے، (المیزان الکبریٰ: ۱/۲۳۹) ایک بار غسل دینا واجب ہے، اس کے بعد تکرار مسنون ہے اور بہتر ہے کہ طاق عدد میں ہو، نیز یہ کہ پانی میں بیری کا پتہ ڈالا جائے، اگر ایک سے زیادہ بار غسل دیا جائے تو امام ابوحنیفہؒ اور امام احمدؒ کے یہاں ہر بار بیری ڈالا ہوا پانی بہتر ہے، اور امام شافعیؒ کے یہاں صرف پہلی بار۔ (رحمۃ الائمۃ: ۸۶)

نظافت کے لئے صابن بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔ (الفتاویٰ الهندیہ: ۱/۸۱) بغل کے بال اُکھاڑنا، موئے زیر ناف مونڈنا، مونچھیں تراشنا امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے یہاں مکروہ ہے، اور امام احمدؒ کے یہاں جائز ہے، امام شافعیؒ کا پہلا قول کراہت کا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے، قول جدید جواز کا ہے۔ (رحمۃ الائمۃ: ۸۶) اس پر بھی سبھوں کا اتفاق ہے کہ بیوی شوہر کا غسل دے سکتی ہے، لیکن امام ابوحنیفہؒ کے یہاں شوہر بیوی کو غسل نہیں دے سکتا ہے، ائمہ ثلاثہ کے یہاں یہ صورت بھی درست ہے، (المیزان الکبریٰ: ۱/۲۳۹) اگر ختنہ کے بغیر کسی کا انتقال ہوگیا تو موت کے بعد ختنہ کرنا صحیح نہیں۔ (رحمۃ الائمۃ: ۹۰)

اگر نعش اس قدر پھولی ہو کہ ہاتھ سے دبانا مشکل ہو تو صرف پانی بہانے پر اکتفا کرلیا جائے گا۔ (الفتاویٰ الهندیہ: ۱/۸۱) اگر حمل ساقط ہوجائے اور ابھی چار ماہ بھی مکمل نہ ہوئے تھے تو غسل نہ دیا جائے گا اور نہ نماز جنازہ پڑھی جائے گی، پیدائش کے بعد اگر زندگی کے بعض آثار پائے گئے تو غسل دیا جائے گا، اور نماز جنازہ پڑھی جائے گی، قریب قریب یہی رائے امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کی بھی ہے۔ (المیزان الکبریٰ: ۱/۲۴۰)

مجموعی طور پر فقہاء نے غسل کی تفصیل یوں لکھی ہے کہ جس طرح آسانی ہو میت کو لٹادے اور عورتِ غلیظہ کا حصہ (بقولِ صاحب ہدایہ) اور زیادہ محتاط طریقہ کے مطابق ناف سے گھٹنے تک کا حصہ (بقول زیلعی) ڈھک

جنازہ کے احکام ومسائل

از: مولانا خالد سیف اللہ رحمانی۔ مدظلہ العالی

دے، اور جو کپڑا مردہ کے جسم پر تھا اسے نکال دے، پھر ہاتھ میں کپڑا لپیٹ کر اعضاء غلیظہ کو دھوئے پھر وضو کرائے، چہرہ سے ابتداء کرے، سر کا مسح بھی کرے، کلی نہ کرائے، نہ ناک میں پانی ڈالے، بلکہ کپڑے سے منہ اور ناک صاف کرے، نابالغ ہو تو وضو کی ضرورت نہیں، جنابت یا حیض ونفاس کی حالت میں ناک اور منہ میں پانی ڈالے، پھر جسم پر پانی بہایا جائے، سر و ڈاڑھی کے بال صابن وغیرہ سے صاف کئے جائیں، اس کے بعد بائیں کروٹ پر لٹایا جائے، اور دایاں حصہ نیچے تک دھویا جائے، پھر دائیں کروٹ کرے اور بائیں حصہ کو نیچے تک دھویا جائے، اَب پیچھے کی طرف سہارا لے کر بٹھایا جائے، پیٹ دبایا جائے، اگر کچھ نجاست نکلے تو دھودی جائے، پھر کپڑے سے پورا جسم پونچھ دیا جائے، (مراقی الفلاح: ۲/۲۷۲) اور وہاں قریبی رشتہ دار نہ ہوں تو اہل ورع وتقویٰ غسل دیں۔ (مراقی الفلاح: ۴/۲۷۴)

جنازہ اُٹھانے کے آداب

اس پر سبھوں کا اتفاق ہے کہ میت کو اُٹھانا اچھا اور نیک کام ہے، امام ابوحنیفہؒ اور امام احمدؒ کے یہاں چوکھٹے تخت پر اُٹھانا بہتر ہے، امام شافعیؒ کے یہاں لمبے عمودی تخت پر، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے یہاں جنازہ کے آگے آگے اور امام ابوحنیفہؒ کے یہاں پیچھے پیچھے چلنا افضل ہے۔ (رحمۃ الائمۃ: ۹۰) کیونکہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جنازہ کے پیچھے چلا جائے، جو آگے چلے وہ شریک جنازہ نہیں، خود آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے جنازہ میں پیچھے پیچھے چلنا ثابت ہے۔ (بدائع الصنائع: ۱/۳۱۰ تفصیل کیلئے دیکھئے عمدۃ القاری: ۸/۸۷)

احناف کے یہاں چونکہ تابوت چوکھٹی بہتر ہے، اسلئے چار آدمیوں کا اُٹھانا افضل ہے، دو آگے ہوں اور دو پیچھے، چاروں چار کونے پر، شوافع کے یہاں چونکہ عمودی تابوت ہوگی، اسلئے دو آدمی اُٹھائیں گے، ایک آگے اور ایک پیچھے، جنازہ لے جانے میں ایک گونہ تیز رفتار ہو، بغیر اس کے کہ دھکا لگے، یہ مکروہ ہے کہ جنازہ سواریوں پر رکھا جائے۔ (البتہ دُور لے جانا ہو جیسا کہ آج کل شہروں میں ہوتا ہے تو سواریوں کی مدد لینے میں قباحت نظر نہیں آتی کہ یہاں ایک طرح کی حاجت ہے)۔ جنازہ لے جانے میں سر کا حصہ آگے کی جانب ہو۔ (بدائع الصنائع: ۱/۳۰۹) خاموش چلنا بہتر ہے کہ یہ موقع فکر اور اپنی موت وعاقبت کی بابت غور وتدبر کا ہے۔

مسنون طریقہ یہ ہے کہ کم از کم چار آدمی جنازہ کے چاروں ستون تھام کر چلیں، چھوٹا بچہ ہو تو یہی بات کافی ہے کہ آدمی ہاتھ میں اٹھالے، عورتوں کیلئے جنازہ کے ساتھ چلنا مکروہ ہے، جو لوگ شریک جنازہ نہ ہوں ان کو جنازہ کی وجہ سے اُٹھ کر کھڑا نہیں ہونا چاہیے، وہی لوگ کھڑے ہوں جو خود بھی ساتھ چلنے کا ارادہ رکھتے ہوں، یہ امام ابوحنیفہؒ، قاضی ابویوسفؒ، امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کا مسلک ہے، امام احمدؒ کے یہاں کھڑا ہوجانا چاہیے تا آنکہ جنازہ گذر جائے (فتح الباری: ۳/۱۷۹) متعدد روایات اس سلسلے میں ان کے پاس ہیں، حضرت عامر بن ربیعہؓ، ابوسعید خدریؓ اور جابر بن عبداللہؓ کی روایت خود بخاری میں ہے، تاہم حضرت علیؓ کی ایک روایت سے اسی کا اشارہ ملتا ہے کہ یہ حکم منسوخ ہوگیا تھا گو وہ نسخ کے سلسلے میں صریح نہیں ہے، اسی لئے امام احمدؒ نے دونوں میں اختیار دیا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام احمدؒ کا مسلک اقرب بالحدیث ہے، اسلئے کہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس کی حکمت انسانی احترام بیان فرمایا ہے، اور ظاہر ہے کہ یہ علت اب بھی باقی ہے، پھر اس علت کے باقی رہنے کے باوجود نسخ کا حکم سمجھ میں نہیں آتا، دوسرے سہل بن حنیف اور قیس بن سعد اور دوسرے صحابہؓ نے زمانہ نبوت کے بعد بھی اس پر عمل کیا ہے جو بظاہر اسکے منسوخ نہ ہونے کو بتاتا ہے۔ (عینی: ۷/۱۰۸)

جنازہ کے پیچھے چلنے والوں کو خاموش رہنا چاہیے، بلند آواز سے ذکر کرنا یا قرآن پڑھنا مکروہ ہے، پڑھنا ہی ہو تو دل ہی دل میں پڑھے کہ یہ موقع فکر آخرت اور اپنی موت اور عاقبت کے متعلق غور وتدبر کا ہے، جو لوگ جنازہ کے ساتھ چل رہے ہوں ان کو اس وقت بیٹھنا چاہیے جب جنازہ نیچے رکھا جاچکا ہو۔ (الفتاویٰ الهندیہ: ۱/۸۳) رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے نمازِ جنازہ کو ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کا حق قرار دیا ہے۔ (بخاری: ۱/۱۶۶)

نماز جنازہ بالاتفاق فرض کفایہ ہے یعنی اگر کسی آبادی کے کچھ لوگوں نے پڑھ لی تو سب ذمہ داری سے سبکدوش ہوجائیں گے، اور اگر کسی نے نہ پڑھی تو سب گنہگار ہوں گے (المیزان الکبریٰ: ۱/۲۵۱) نمازِ جنازہ کے صحیح ہونے کیلئے کچھ شرطیں وہ ہیں جن کا تعلق خود میت سے ہے:

۱) مسلمان کی نعش ہو، کافر کی نعش پر نماز جنازہ جائز نہیں، حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو اس سلسلہ میں خود قرآن مجید میں تنبیہ کی گئی ہے:۔ (توبہ: ۸۴)

۲) جنازہ سامنے ہو، غائب نہ ہو، یہ امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کی رائے ہے، امام شافعیؒ واحمدؒ کے یہاں غائب پر بھی نماز جنازہ پڑھی جاسکتی ہے، اس سلسلے میں تفصیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حبش کے اسلام قبول کرنے والے بادشاہ ''اَصحمہ نجاشی'' (نووی علی مسلم: ۱/۳۰۹) پر مدینہ میں غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھی ہے (بخاری: ۱/۱۶۷) جو لوگ غائبانہ نماز جنازہ درست قرار دیتے ہیں، ان کی دلیل یہی روایت ہے۔ جو لوگ غائبانہ نماز جنازہ کے قائل نہیں ہیں وہ کہتے ہیں کہ نجاشی نے غیر مسلموں کے درمیان ایک غیر اسلامی ملک میں اسلام قبول کیا تھا اور وہاں ان پر نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی تھی، اسلئے آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے نمازِ جنازہ پڑھی، مگر ظاہر ہے کہ یہ جواب اس وقت درست ہوسکتا ہے کہ کم از کم ایسے شخص پر غائبانہ نماز کو درست کہا جائے جس پر نماز جنازہ نہ پڑھی جاسکی ہو، حالانکہ احناف مطلقاً غائبانہ نماز جنازہ کو منع کرتے ہیں، اسی لئے عام طور پر فقہاء احناف نے اس کو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خصوصیت ٹھہرایا ہے، اور کہتے ہیں کہ حجابات اُٹھادیئے گئے تھے اور آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم بچشم سر جنازہ کو بطور معجزہ دیکھ رہے تھے، گو صحابہؓ نے نہ دیکھا تھا اور امام کا جنازہ کو دیکھنا کافی ہے، مقتدی کا دیکھنا ضروری نہیں، ابن حبان اور ابوعوانہ وغیرہ کی روایت میں موجود ہے کہ صحابہؓ ایسا محسوس کررہے تھے کہ گویا حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے سامنے جنازہ ہے، یہی وجہ ہے کہ بہت سے صحابہؓ کی شہادت ووفات کی اطلاع آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم تک پہنچی، لیکن آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے نمازِ جنازہ نہیں پڑھی۔ (فتح الملہم: ۲/۴۹۶)

۳) نماز کے وقت جنازہ سواری یا لوگوں کی گردن پر نہ ہو، یہ احناف اور حنابلہ کی رائے ہے، امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کو اس سے اختلاف ہے۔

۴) میت کو غسل دینے اور پاک کرنے کے بعد نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی، اس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے۔

//بقیہ صفحہ 7 پر..........//

نوٹ: اس شمارے میں شاملِ اشاعت مضامین ومراسلے وغیرہ سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں۔ ادارہ

www.khanqah.in

دعوت و تبلیغ کا دوسرا نام مولویت ہے

یہ دُنیا تضادات کا مجموعہ ہے، یہاں بلندی ہے تو پستی بھی ہے، سیاہ ہے تو سفید بھی ہے، گرمی ہے تو سردی بھی ہے، بہار ہے تو خزاں بھی ہے، پھول ہیں تو کانٹے بھی ہیں، دِن ہے تو رات بھی ہے، سنگ ہے تو موم بھی ہے، صدق ہے تو کذب بھی ہے، مومن ہیں تو کافر بھی ہیں، صالح ہیں تو فاسق بھی ہیں، جاہل ہیں تو عالم بھی ہیں، داعی الی الخیر ہیں تو داعی الی الشر بھی ہیں۔ ان اضداد کی حکمت اور فلسفہ یہ سمجھ میں آتا ہے کہ ایک ضد کی پہچان اور قدر و قیمت اسی وقت ہوتی ہے جب اس کی دوسری ضد موجود ہو جیسے عربی کا محاورہ ہے کہ ''تعریف الاشیاء باضدادھا'' اشیاء کو ان کی ضد سے پہچانا جاتا ہے۔

اگر دُنیا میں غریبی کا وجود نہ ہوتا تو امارت کی قدر نہ ہوتی، اگر بھوک کا نام و نشان نہ ہوتا تو شکم سیری کی قدر کون کرتا، اگر خزاں نہ ہوتی تو پھولوں کی توقیر کیسے ہوتی، اگر بیماری نہ ہوتی تو صحت کی قیمت کون جانتا، اگر موت نہ ہوتی تو زندگی کی حفاظت کون کرتا، اگر جہالت نہ ہوتی تو حصولِ علم کیلئے انسان مشقت کیوں اُٹھاتا۔

پس جب زمین کی پشت جاہلوں سے خالی نہیں تو ضروری ہے کہ علماء بھی موجود ہوں، جب دُنیا میں ضلالت و گمراہی کی طرف بلانے والے موجود ہیں تو ضروری ہے کہ حق و صداقت کی دعوت دینے والے بھی ہوں۔ جب وسوسے ڈالنے والے اور شکوک و شبہات پیدا کرنیوالے بہت ہیں تو ضروری ہے کہ شکوک و شبہات کے کانٹے نکال کر دلوں میں ایمان و یقین پیدا کرنیوالے بھی ہوں۔

جب فرعون اور قارون کے وارثوں سے دُنیا خالی نہیں تو ضروری ہے کہ انبیاء علیہم السّلام کے وارثوں سے بھی بزمِ جہاں خالی نہ ہو بلکہ میرا دعویٰ ہے کہ دُنیا میں کسی چیز کا وجود اتنا ضروری نہیں جتنا کہ علماءِ حق کا وجود ضروری ہے، دُنیا اور آخرت کی کامیابی کے لئے بھی علماء کا وجود ضروری ہے، اور دُنیا کی بقاء کیلئے بھی علماء کا وجود ضروری ہے۔

آپ ایک لمحے کیلئے سوچیں کہ اگر علماءِ حق نہ ہوتے تو کیا ہوتا؟ اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کا دین کسی کا محتاج نہیں لیکن یہ عالم اسباب ہے یہاں ہر چیز کا کوئی نہ کوئی سبب ہے، ہر معلول کی علت ہے، ہر اثر کا کوئی مؤثر ہے، تو اس عالم اسباب کے پیش نظر کہا جاسکتا ہے کہ: اگر علماء نہ ہوتے تو نبی کے ورثا اور خلفاء نہ ہوتے، اگر علماء نہ ہوتے تو اولیاء اور اتقیاء نہ ہوتے، اگر علماء نہ ہوتے تو قرآن و سنت کے تراجم و تفاسیر نہ ہوتیں، اگر علماء نہ ہوتے تو عوام عقائد و عبادات اور حلال و حرام کے مسائل سے غافل رہتے، اگر علماء نہ ہوتے تو ملحدوں اور بدعتیوں کو دین میں تحریف سے روکنے والا کوئی نہ ہوتا، اگر علماء نہ ہوتے تو خودسر شاہوں کو شریعت میں ہیر پھیر سے روکنے والا کوئی نہ ہوتا، اگر علماء نہ ہوتے تو اکبر جیسے سرپھروں کو دین اکبری کے ایجاد کرنے سے کون روکتا۔ تاریخ شاہد ہے کہ جب کبھی کوئی فتنہ رونما ہوا، جب کبھی اسلام میں تحریف کرنے کی کوشش کی گئی، علماء حق نے اس کی سرکوبی کیلئے تن من دھن کی بازی لگادی۔ وہ بھوکے پیاسے تو رہے، انہوں نے طعنے اور گالیاں سنیں، انہیں جیل کا کالی کوٹھڑیوں میں بھی جانا پڑا، انہوں نے اپنی پیٹھ پر کوڑوں کی ضربات بھی سہہ لیں، وہ مرحلہ دار و رسن سے بھی گذرے، انہوں نے اپنے اعضاء اور گردن کو کٹوانا بھی منظور کرلیا لیکن: ''انہوں نے کسی ملحد اور بے دین کو کسی جابر اور ظالم حکمران کو شریعت کے کسی ادنیٰ سے ادنیٰ حکم میں بھی تحریف کی اجازت نہ دی۔

ان علماء کا یہ احسان عظیم کیا کم ہے کہ آج کے گئے گزرے دَور میں بھی جبکہ دین کا کوئی قدر شناس نہیں//

بقیہ صفحہ 7 پر......

بقیہ: صفحہ اوّل سے آگے............

اظہار کیا اور ارشاد فرمایا کہ کسی مسلمان کیلئے دوسرے مسلمان کو خوفزدہ اور گھبراہٹ میں مبتلا کرنا حلال نہیں۔ ''ریگنگ'' کے معنی درگت بنانے اور عملی مذاق کرنے کے ہیں گویا درسگاہوں کے قدیم طلبہ نئے طلبہ کی درگت بناتے ہیں کہا جاتا ہے کہ یہ نئے طلبہ کو قابو میں اور سرخمیدہ رکھنے کا ایک طریقہ ہے، لیکن ظاہر ہے کہ اولاً یہ جذبہ ہی غیر انسانی اور غیر اخلاقی ہے کہ دوسروں کو اپنے سامنے جھکا کر رکھا جائے اور ان کے ساتھ مساویانہ اور برادرانہ سلوک کرنے کے بجائے دوسرے اور تیسرے درجے کا سلوک کیا جائے، پھر اس کیلئے جو طریقہ اختیار کیا جاتا ہے، وہ محبت اور احترام کے بجائے بغض اور نفرت کو جنم دینے والا ہے، اس سے گروپ بندیاں اور پارٹی بازیاں جنم لیتی ہیں اور نئے طلبہ کو وقتی طور پر اپنی تحقیر و تذلیل کو برداشت کرلیں، لیکن وہ اسے بدطینت اور بدقماش لڑکوں کو اپنے ذہن سے فراموش نہیں کرسکتے اور انتقام کیلئے موقع کی تاک میں رہتے ہیں، پھر اس سے ماحول میں عمومی بداخلاقی، بے احترامی، تحقیر و تذلیل اور بے ادبی کی فضا قائم ہوتی ہے اور ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کا جذبہ پروان چڑھتا ہے، پھر یہ کتنی بڑی محرومی ہے کہ بعض طلبہ اس ''بے ہودہ استقبال'' کی تاب نہ لاکر تعلیم ترک کردیں یا اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھیں!!!

یہ کردار نہ صرف اسلامی نقطہ نظر سے نہایت نامناسب ہے بلکہ کوئی بھی مذہب اور اخلاقی نظام اس کی اجازت نہیں دے سکتا، ہونا چاہیے کہ قدیم طلبہ نئے طلبہ کو داخلہ کی کاروائی میں مدد دیں، دفتری کاموں کی تفصیل سے واقف کرائیں، ان کو اپنے پاس ٹھہرائیں، ان کی تعلیم اور مطالعہ میں ان کی مدد کریں، ان کو بہتر اساتذہ اور ذی صلاحیت طلبہ کی رہنمائی کریں اور جب تک کوئی مناسب انتظام نہ ہو، ان کو اپنا مہمان بنائیں، اگر نئے ماحول کی وجہ سے وہ وحشت و گھبراہٹ محسوس کریں تو انہیں مانوس کرنے کی سعی کریں، بحمد اللہ اب بھی دینی مدارس میں یہ فضا موجود ہے اور بڑی اسلامی جامعات میں قدیم طلبہ جدید طلبہ سے نہایت شفقت و ہمدردی کا معاملہ کرتے ہیں اور دفتری امور کی انجام دہی میں حد درجہ معاون ہوتے ہیں۔

مقام فکر ہے کہ یہ درسگاہیں اور دانشگاہیں جہاں سے ملک و قوم کو چھوٹے بڑے افسر، کارکن اور خدمت گار ملنے والے ہیں، جو ملک کی تقدیر ہیں اور ملک کا مستقبل جن کے ہاتھوں میں ہے، ان میں اخلاقی پسماندگی اور تہذیبی انحطاط کا یہ حال ہو وہ لوگوں کی ایذاء رسانی کو کھیل کود کی معمولی بات خیال کرتے ہوں، تکلیف پہنچانے میں انہیں لطف آتا ہو، کیسے توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ مستقبل میں قوم کے سچے خیر خواہ اور حقیقی خیر خواہ ثابت ہوسکیں گے؟ وہ دُکھی انسانیت کے زخموں کا مرہم بن سکیں گے اور پریشان حال انسان کی مدد کیلئے آگے بڑھیں گے، لوگوں کو اخلاق کا درس دیں گے اور اخلاق انسانیت سکھائیں گے؟ اسلئے ضروری ہے کہ عصری درسگاہوں میں اخلاقی اور مذہبی تعلیم کا کچھ حصہ رکھا جائے، ناشائستہ اور غیر مہذب روایات کو ختم کیا جائے اور ان کی اخلاقی تربیت پر بھرپور توجہ دی جائے، کہ ڈاکٹر، انجینئر، قانون داں، صحافی اور ادیب بننا آسان ہے اور ''انسان'' بننا مشکل ہے، مولانا حالی کے بقول ؎

فرشتوں سے مشکل ہے انسان بننا
مگر اس میں پڑتی ہے محنت زیادہ

علم نحو سیکھئے - 10

مولانا محمد طاہر قاسمی۔ اُستاذ سواءالسبیل

سوال: یا زَیدُ جیسی مثال سے کلام کے حصول کو صرف مذکورہ دو صورتوں میں منحصر کرنا صحیح نہیں کیونکہ یہاں پر بظاہر کلام ایک حرف اور ایک اسم سے حاصل ہو رہا ہے؟

جواب: یا زَید میں یا حرف ندا اُدعُوا، اُطلُب فعل اَمر کے قائم مقام ہے معلوم ہوا کہ یہ حقیقت میں فعل ہے، لہٰذا کلام ایک اسم اور ایک فعل سے حاصل ہو رہا ہے۔ اس وجہ سے کلام کے حصول کو ان دو صورتوں میں منحصر کرنا صحیح ہے۔ (ہدایۃ النحو)

سوال: کلام کے مرکب ہونے کی کتنی صورتیں ہیں؟

جواب: کلام کے مرکب ہونے کی چھ صورتیں ہیں۔ (۱) یا تو دو اسموں سے مرکب ہوگا۔ (۲) یا ایک اسم اور ایک فعل سے۔ (۳) یا دو جملوں سے۔ (۴) یا ایک فعل دو اسموں سے۔ (۵) یا ایک فعل اور تین اسموں سے۔ (۶) یا ایک فعل اور چار اسموں سے۔

سوال: کلام کو دو اسموں سے مرکب ہونے کی کتنی صورتیں ہیں؟

جواب: کلام کو دو اسموں سے مرکب ہونے کی چار صورتیں ہیں۔ (۱) مبتدا خبر ہو۔ جیسے زَیدٌ قَائِمٌ۔ اس مثال میں زید مبتدا اور قائم اس کی خبر ہے۔ (۲) مبتدا اور ایک ایسا فاعل ہو جو خبر کے قائم مقام ہو۔ جیسے اَقَائِمٌ زَیدَانِ؟ اَیَقُومُ زَیدَانِ؟ میں قائم مبتداء ہے اور الزَّیدان قائم کا فاعل ہے جو کہ خبر کے قائم مقام ہے۔ اور مبتدا خبر سے کلام مرکب ہوتا ہے لہٰذا یہاں بھی کلام مرکب ہوگا۔ (۳) ایک مبتدا ہو اور دوسرا نائب فاعل ہو، جو کہ خبر کے قائم مقام بنے۔ جیسے اَمَضرُوبٌ زَیدَانِ میں مضروب مبتداء ہے اور الزَّیدانِ نائب فاعل ہے جو کہ خبر کے قائم مقام ہے۔ (۴) دونوں میں ایک اسمِ فعل ہو اور دوسرا اس کا فاعل ہو، جیسے ھَیھَاتَ العَقِیقُ۔ اس مثال میں ھَیھَاتَ اسمِ فعل ہے اور عَقِیق اس کا فاعل ہے۔

سوال: فعل اور اسم سے کلام کے مرکب ہونے کی کتنی صورتیں ہیں؟

جواب: فعل اور اسم سے کلام کے مرکب ہونے کی دو صورتیں ہیں۔ (۱) اسم ماقبل کے فعل کا فاعل بنے، جیسے قَامَ زَیدٌ میں زَید قَامَ کا فاعل ہے۔ (۲) اسم ماقبل کے فعل کا نائب فاعل بنے۔ جیسے ضُرِبَ زَیدٌ میں زَید ضُرِبَ فعل مجہول کا نائب فاعل ہے۔

سوال: دو جملوں سے کلام کے مرکب ہونے کی کتنی صورتیں ہیں؟

جواب: دو جملوں سے کلام کے مرکب ہونے کی دو صورتیں ہیں۔ (۱) جملہ شرطیہ ہوں، جو شرط اور جزا پر مشتمل ہوتا ہے، جیسے اِن قَامَ زَیدٌ قُمتُ۔ اس مثال میں اِن قَامَ زَیدٌ جملہ شرط ہے، اور قُمتُ اس کی جزا ہے۔ (۲) جملہ قسمیہ ہو۔ جو قسم اور جوابِ قسم پر مبنی ہوتا ہے، جیسے اَحلِفُ بِاللّٰہِ لَزَیدٌ قَائِمٌ۔ اس مثال میں اَحلِفُ بِاللّٰہِ جملہ قسم ہے او لَزَیدٌ قَائِمٌ جواب قسم ہے۔ (شمس الھدیٰ شرح قطرۃ الندیٰ وبل الصدیٰ)

سوال: کلام کو دو سے زیادہ کلموں سے مرکب ہونے کی چند مثالیں بیان کیجئے؟

جواب: تین کلموں سے مرکب ہونے کی مثال، ضَرَبَ زَیدٌ عَمرواً۔ چار کلموں سے مرکب ہونے کی مثال: ضَرَبَ زَیدٌ عَمرواَضرَباً۔ پانچ کلموں سے مرکب ہونے کی مثال: ضَرَبَ زَیدٌ عَمرواَضرَباً شَدِیداً۔ چھ کلموں سے مرکب ہونے کی مثال: ضَرَبَ زَیدٌ عَمرواَضرَباً شَدِیداً فِی دَارِہ۔ سات کلموں سے مرکب ہونے کی مثال: ضَرَبَ زَیدٌ عَمرواَضرَباً شَدِیداً فِی دَارِہ اَمَامَ الاَمِیرِ۔ آٹھ کلموں سے مرکب ہونے کی مثال: ضَرَبَ زَیدٌ عَمرواَضرَباً شَدِیداً فِی دَارِہ اَمَامَ الاَمِیرِ تادِیباً۔ نو کلموں سے مرکب ہونے کی مثال: ضَرَبَ زَیدٌ عَمرواَضرَباً شَدِیداً فِی دَارِہ اَمَامَ الاَمِیرِ تادِیباً سَوطاً۔ دَس کلموں سے مرکب ہونے کی مثال: ضَرَبَ زَیدٌ عَمرواَضرَباً شَدِیداً فِی دَارِہ اَمَامَ الاَمِیرِ تادِیباً سَوطاً رَاکِباً۔

سوال: کلام کی کتنی قسمیں ہیں مع دلیل حصر بیان کیجئے؟

جواب: کلام کی تین قسمیں ہیں، خبر، طلب، انشاء اور ان کی دلیل حصر یہ ہے کہ کلام دو حال سے خالی نہیں، تکذیب و تصدیق کا احتمال رکھتا ہے یا نہیں، اگر احتمال رکھتا ہے تو وہ خبر ہے اور اگر تصدیق اور تکذیب کا احتمال نہیں رکھتا تو دو حال سے خالی نہیں ہے، معنیٰ کا ثبوت متصلاً ہوگا یا تاخیراً۔ اگر متصلاً ہو تو وہ انشاء ہے، اور اگر تاخیراً ہے تو وہ طلب ہے۔ (شرح شذور الذھب)

www.khanqah.in

بقیہ : صفحہ آخر سے آگے......

انبیاء کی ایذا رسانی بہت سنگین ہے، ایسے ہی علماء صالحین جن میں صلاح وتقویٰ کا غلبہ ہو، کی مخالفت، عیب چینی، غیبت، حقارت، بہتان تراشی بہت سنگین جُرم ہے۔

محدث جلیل علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے اُستاد اور مربی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو باذن اللہ ایک شخص کے بارے میں کشف ہو گیا تھا کہ اُس کا منہ قبلہ کی جانب سے ہٹا دیا گیا وجہ یہ تھی کہ اُس مسلمان شخص نے ایک عالم ربّانی کی بے ادبی کی تھی اور معافی نہیں مانگی تھی (والعلم عنداللہ)

ہیں دُنیا میں وہی لوگ اچھے
آتے ہیں جو کام دوسروں کے

ہر انسان کی کوشش یہ ہونی چاہیے کہ دوسروں کو نفع اور آرام پہنچے، یہ نہ سہی مگر تکلیف بھی نہ پہنچ پائے۔ یا اللہ ہم سب کو سلیقۂ زندگی، حسنِ بندگی اور فلاح دارین نصیب فرما۔

وصلّى الله على النّبىّ الاُمّىّ

ریاست میں بے روزگاری بڑا چیلنج۔ حکومت کا اعتراف

۵) میت کا اتنا حصہ موجود ہو جس کو غسل دینا درست ہو، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے یہاں جسم کا جتنا حصہ بھی ہو اس کو غسل دیا جائے گا اور نماز پڑھی جائے گی، امام مالکؒ کے یہاں جسم کا ایک تہائی حصہ اور امام ابوحنیفہؒ کے یہاں سر کے ساتھ نصف بدن اور اس کے بغیر جسم کے اکثر حصہ کی موجودگی ضروری ہے۔

۶) امام مالکؒ، شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک شہید کیلئے نماز جنازہ نہیں ہے احناف کے یہاں غسل نہیں ہے، لیکن نمازِ جنازہ ہے۔ (الفقہ علی المذاہب الاربعہ: ۵۲۲/۱۔۵۰۳) خودکشی کرنے والے پر بھی نماز جنازہ ہے۔ (المیز ان الکبریٰ: ۲۲۸/۱) جنازہ کی نماز پڑھنے والوں کیلئے دوسری نمازوں کی طرح پاکی اور حصہ ستر کا چھپانا ضروری ہے، صرف شعبیؒ اور محمد بن جریر طبریؒ بغیر پاکی کے بھی اس نماز کو درست قرار دیتے ہیں۔ (رحمۃ الائمۃ: ۸۸)

نمازِ جنازہ کے اَرکان درجہ ذیل ہیں:

۱) نیت: یہ رائے امام مالکؒ اور شافعیؒ کی ہے، امام ابوحنیفہؒ اور امام احمدؒ کے یہاں یہ محض شرط ہے، لیکن نیت دونوں ہی کے یہاں ضروری ہے، احناف کے یہاں اگر میت سے واقف ہو تو نیت میں اس کا بھی تعین کرے کہ بچہ، مرد یا عورت کس پر نمازِ جنازہ پڑھ رہا ہے۔

۲) نماز کے مکمل ہونے تک کھڑا رہنا: اگر بلا عذر بیٹھ کر پڑھا تو صحیح نہ ہوگا۔

۳) میت کیلئے دُعا: یہ تیسری تکبیر کے بعد ہونی چاہیے، امام احمدؒ کے یہاں چوتھی تکبیر کے بعد بھی دُعا کی جاسکتی ہے۔

۵) چوتھی تکبیر کے بعد سلام: یہ احناف کے یہاں واجب اور ائمہ ثلاثہ کے یہاں رُکن ہے۔

۶) دوسری تکبیر کے بعد دَرود: یہ شوافع اور حنابلہ کے یہاں فرض ہے، امام ابوحنیفہؒ کے یہاں مسنون اور امام مالکؒ کے یہاں مستحب ہے، نیز واضح رہے کہ مالکیہ کے نزدیک ہر تکبیر کے بعد دُعا ہے۔

۷) امام احمدؒ کے یہاں پہلی تکبیر کے بعد سورۂ فاتحہ پڑھنا فرض ہے، امام شافعیؒ کے یہاں بھی فرض ہے لیکن ضروری نہیں کہ تکبیروں ہی کے بعد پڑھی جائے، امام ابوحنیفہؒ کے یہاں از راہِ "ثناء" پڑھی جاسکتی ہے، از راہِ تلاوت مکروہ تحریمی ہے اور امام مالکؒ کے یہاں سورۂ فاتحہ پڑھنا مطلقاً مکروہ تنزیہی ہے۔ (الفقہ علی المذاہب الاربعۃ: ۵۱۸/۱، اَرکان

بقیہ : دعوت وتبلیغ کا دوسرا......

اور اہل علم کی قدر و منزلت نہیں وہ پھر بھی دین کی شمع کو روشن کیے ہوئے ہیں، اور مدارس کو آباد کیے ہوئے ہیں۔ میں مانتا ہوں کہ بعض علماءِ سوء بھی ہیں جو علم کے نام پر دھبہ ہیں، جن کا کام سوائے ضمیر فروشی کے کچھ نہیں، جو کتمانِ حق بلکہ تحریف حق سے بھی باز نہیں آتے، جن کی زندگی ہر حکمران کی کاسہ لیسی میں گزر جاتی ہے، جو چند ٹکوں کے عوض نقد ایمان کا سودا کر لیتے ہیں، جو کہتے کچھ اور اور کرتے کچھ اور ہیں۔

افسوس صد افسوس کہ آج کل بعض ایسے ہی نام نہاد مولویوں کی غلط حرکتوں کی وجہ سے بعض لوگ یہ سمجھنے لگے ہیں کہ: مولویت ایک پیشے کا نام ہے، مولویت لوگوں کے ٹکڑوں پہ پلنے کا نام ہے، مولویت تیجے، دسویں اور چالیسویں کھانے کا نام ہے، مولویت ساتے اور جمعراتے کا نام ہے، مولویت قبروں کی مجاوری اور نذرانوں کے کاروبار کا نام ہے، مولویت مالداروں کی چاکری کا نام ہے۔

مگر! میں علماءِ حق کے تاریخی کردار کی بنا پر ڈنکے کی چوٹ کہتا ہوں کہ: مولویت نبی کی وراثت کا نام ہے، مولویت صحابہؓ کی خلافت کا نام ہے، مولویت پیامِ نبوت کا نام ہے، مولویت خدا کے دین کی خلافت کا نام ہے، مولویت صداقت وحقانیت کا نام ہے، مولویت ناموسِ رسالتؐ اور ناموسِ صحابہؓ کی حفاظت کا نام ہے، مولویت سعید بن جبیر کی عزیمت کا نام ہے، مولویت ابوحنیفہؒ کی فقاہت کا نام ہے، مولویت امام مالکؒ کی حق گوئی کا نام ہے، مولویت احمد بن حنبل کی استقامت کا نام ہے، مولویت امام ابن تیمیہؒ کی جرأت کا نام ہے، مولویت مجدد الف ثانی کی جہد مسلسل کا نام ہے، مولویت شاہ ولی اللہ کی بصیرت کا نام ہے، مولویت سید احمد شہید اور سید اسماعیل شہید کی شہادت کا نام ہے، مولویت قاسم نانوتویؒ کے علم وحکمت کا نام ہے، مولویت شیخ الہند کی غیرت کا نام ہے، مولویت مولانا محمد الیاس کی دعوت وتبلیغ کا نام ہے، مولویت عبید اللہ سندھی کی تڑپ کا نام ہے، مولویت حسین احمد مدنی کی عظمت اور شوقِ شہادت کا نام ہے۔ ہمارا روحانی رشتہ انہی بزرگوں سے ہے۔

ہم جب تک ان بزرگوں کا نام لیتے رہیں گے باطل کو للکارتے رہیں گے اور جب حق بات کہنے کی توفیق نہ رہے تو ان بزرگوں کا نام لینا بھی چھوڑ دیں گے تاکہ یہ بزرگ بدنام نہ ہوں۔

اُخوت کی دُنیا بسا کر تو دیکھو!

"اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃ......" مذکورہ آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ تمام مومنین آپس میں بھائی بھائی ہیں، لہٰذا تمہارے دو بھائیوں کے درمیان رنجش یا لڑائی ہو گئی ہو تو تم اُن کے درمیان صلح کرا دو، اور اللہ سے ڈرتے رہو شاید کہ تم پر رحم کیا جائے، اسی طرح حدیث میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے: "اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ" یعنی ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، چنانچہ قرآن وسنت کی روشنی میں یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ اللہ ربّ العزت اور اس کے محبوب رسول ﷺ نے ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان سے اخوت ومحبت کا رشتہ قائم ودائم رکھنے کیلئے اس کو آپس میں بھائی بھائی بنا دیا ہے، اور اس چیز کو ناپسند فرمایا ہے، کہ آپس میں لڑائی جھگڑے ہوں، ایک دوسرے سے نااتفاقی وکھنچاؤ نفرتوں وکدورتوں کی صورت پیدا ہو۔ ان تمام باتوں کو مدنظر رکھنے کیلئے یہ تلخ حقیقت واضح ہے کہ آج ہم نے قرآن وحدیث کی اس بنیادی پہلو کو فراموش کر دیا ہے، اور حالت یہ ہے کہ آپس میں مساوات اخوت ومحبت ایک دوسرے کیلئے جذبہ ہمدردی اور خیرخواہی کے بجائے نااتفاقی عداوتوں وتفرقوں وکدورتوں نے گھر کر لیا ہے۔ آج ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی بھائی تو درکنار کینہ وبغض عداوت کی وجہ سے ایک دوسرے کا نام لینے کا بھی روادار نہ رہے، چنانچہ اس زہریلی نااتفاقی نے ماحول پر بڑا گہرا اثر ڈالا ہے، جس کے نتیجہ میں ہمیں بڑی ہی مضرتوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، جس میں سب سے پہلے بڑا نقصان تو یہ ہے کہ ہر شخص اپنے آپ میں پریشانی وپراگندہ حال نظر آرہا ہے، اسکے علاوہ اللہ ربّ العزت نے جس مقصد کیلئے ہم بندوں کو پیدا فرمایا ہے، وہ مقصد اپنے پایہ تکمیل تک نہیں پہنچ رہا ہے، اسلئے کہ آپس کے جھگڑے وفساد وبغض وعناد سے انسان کا دین تباہ ہو کر رہ جاتا ہے، انسان کے اندر کتنا ہی اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کا جذبہ ہو اور وہ کتنا بھی صوم وصلوٰۃ کا پابند ہو اور تسبیحات وظائف میں مشغول ہو رہتا ہو لیکن اگر اس کا دِل اپنے مسلمان بھائی کیلئے جذبہ ترحم کے بجائے کینہ پروری پر آمادہ ہے تو اس کے تمام اعمال برباد ورائیگاں ہیں، کیونکہ اس نے اپنے مسلمان بھائی سے نااتفاقی پیدا کر کے باطن کو تباہ کر لیا ہے، آج ماحول میں جگہ جگہ فساد برپا ہیں، کہیں دو خاندانوں میں جھگڑا چل رہا ہے تو کہیں بھائی بھائی میں نااتفاقی ہے، کہیں قرابت داروں اور رشتے داروں میں میل جول نہیں ہے یا کہیں دوست، دوست چھوٹی چھوٹی سی باتوں کا جھگڑا کر کے ایک دوسرے سے جدا ہو رہا ہے، اور اس بڑھتی ہوئی آپسی نااتفاقی نے عبادتوں سے اس کا نور، علم سے اس کے فوائد اور دلوں سے اس کا اطمینان وسکون چھین لیا ہے، آج ہمیں اپنے ان قیمتی وبیش بہا خزانوں کو واپس حال کرنے کیلئے آپس میں میل جول، اخوت وبھائی چارگی کا ماحول بنانے کیلئے ہمیں خود بھی کمربستہ ہونا ہے اور ساتھ ہی اگر کسی مسلمان بھائی کی کسی سے نا تفاقی ہو جاتی ہے تو صلح جوئی کیلئے ہمہ تن تیار رہنا ہے۔ اس لئے کہ قرآن کا فرمان یہی ہے کہ اگر تمہارے دو بھائیوں میں رنجش یا لڑائی ہو جائے تو تم ان کے درمیان صلح کرا دو اور آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ اگر دو آدمیوں کے درمیان جھگڑا اور رنجش ہو اور تم ان کے درمیان مصالحت کرا دی تو یہ مصالحت کرانا ایک صدقہ ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ ہم مسلمان بھائی بہنوں کو ایک دوسرے کا خیر خواہ بنا دے اور ایک دوسرے کے حقوق کو پورا کرنے والا بنائے۔

اُخوت کی دُنیا بسا کر تو دیکھو
محبت جلا کر تو دیکھو
تمہارے قدم پر چلے گا زمانہ
ذرا اپنی ہستی مٹا کر تو دیکھو

www.khanqah.in

Vol. 14 No: 12 05 APRIL 2013 Friday

Printer,Publisher: Nizam-ud-din Qurashi
Associate Editor: Hafiz Mushtaq Ahmad Thakur
Postal Adress: Post Box No. 1390 G.P.O Srinagar
Sub Office: Khandipora Katrasoo Kulgam Kashmir-192232
Phone No: 01931-212198
Mobile: 09906546004
Branch Office: Srinagar Ph: 2481821

Widely Circulated Weekly News Paper
MUBALLIG
Kashmir

Decl. No: DMS/PUB/627-31/99
R.N.I. No: JKURD/2000/4470
Postal Regd. No: SK/123/2012-2014
Posting Date: 06-04-2013
Printed at: Khidmat Offset Press Srinager
e-mail: muballigmushtaq@gmail.com
muballig_mushtaq@yahoo.com.in

ایذاءِ مُسلِم حرام ہے!

مولانا محمد حمیداللہ لون صاحب۔دامت برکاتہم

"اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِہٖ وَیَدِہٖ" ترجمہ: "سچا مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ کے شر سے مسلمان محفوظ رہیں)۔ (رواہ البخاری)

اسلام: اسلام کے معنی ہیں فرمانبرداری، سپردگی (Submission) "اَلْاِسْلَامُ ھُوَالْاِسْتِسْلَام" (الفتح الرّبانی للشّیخ عبدالقادر الجیلانیؒ) اسلام مکمل سپردگی کا نام ہے۔

شریعت طیبہ میں جو اللہ عزّ وجل کے احکام ہیں ان کی کامل اطاعت کا نام اسلام ہے، نفس اور شیطان کی مخالفت کے بغیر کامل اطاعت ممکن نہیں ہے، اپنی پسند کو اللہ کی پسند پر قربان کرنا ضروری ہے۔

نظر اُن کی نظر اپنی، پسند اُن کی پسند اپنی
نظر اپنی، پسند اپنی نہیں ہوتی محبت میں

(مولانا محمد احمدؒ)

پوری کائنات اطاعت میں: پوری کائنات ایٹم سے کہکشاں (Galaxy) تک اللہ کے قوانین کی پابندی کر رہی ہے، اور کوئی اختیار نہیں ہے۔ انسانوں اور جنوں کو اللہ جلّ جلالہٗ نے اختیار (Freedom of choice) دیا ہے، خیر وشر، حق وباطل میں امتیاز کرنے کیلئے آخری دستورِ حیاتِ انسانی یعنی قرآن حکیم نازل فرمایا، اس کی تفسیر عملی کیلئے آخری پیغمبر حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کو بھیجا، اللہ اور اس کے اذن سے پیغمبر کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے راہِ حق کو روشن کر کے دکھایا تاکہ بندوں کو ہزار دِقتوں سے بچایا جائے، حق سمجھانا پیغمبر کا کام ہے اور اس پر چلنا بندوں کا کام ہے ؎

رہبر تو بس بتا دیتا ہے راہ
راہ چلنا رہرو کا کام ہے
لے چلے تجھ کو مرشد دوش پر
یہ ترا راہ رو خیالِ عام ہے

مومنِ کامل: مومن کامل وہ شخص ہے جو اللہ اور آخری پیغمبر حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اطاعت بخوشی انجام دیتا ہے، اور ہر نافرمانی سے بچتا رہتا ہے، اسی کی یہ شان بھی ہوتی ہے کہ وہ مسلمانوں کو خصوصاً اور ہر انسان اور جاندار کو عموماً ایذاء دینے سے پرہیز کرتا ہے۔

کیا ایذاء رساں مسلمان نہیں؟ :جو ایماندار ایذاء پہنچاتا ہے، وہ مسلمان تو ہے لیکن ناقص، اور یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ: "مومنِ کامل جہنم میں جائے گا نہیں اور مومن ناقص جہنم میں رہے گا نہیں"۔ (مسیح الامتؒ)

کیا غیر مسلم کو ایذاء دینا جائز ہے؟ غیر مسلم کو بلاحقِ شرع ایذاء پہنچانا حرام ہے۔

کیا زبان اور ہاتھ کے علاوہ کسی اور ذریعے سے تکلیف دینا جائز ہے؟ چونکہ ایذاء عموماً ہاتھ اور زبان ہی سے دی جاتی ہے، اسلئے ان کا خاص طور سے ذکر کیا گیا باقی قاعدۂ کلیہ یہی ہے کہ کسی کو کسی قسم کی تکلیف دینا بلاوجہ جائز نہیں۔

ایذاء رسانی سے پرہیز کا طریقہ: دِل میں یہ فکر ہو کہ کوئی گناہ نہ ہو اور کسی کو میری طرف سے تکلیف نہ پہنچے، قول وفعل عمل میں لانے سے پہلے غور وفکر کرنا ضروری ہے، کہ اس سے تکلیف تو نہ ہوگی۔

ایک دفعہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ایک خادمہ کی غلطی پر فرمایا: "لَوْ لَا خَشْیَۃُ الْقَوَدِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ لَأَوْجَعْتُكِ بِھٰذَا السَّوَاكَ" (الادب المفرد، باب قصاص العبد) اگر قیامت کے روز مجھے بدلہ کا خوف نہ ہوتا تو میں تجھے اس مسواک سے مراتا۔

اقامتِ حدود: رجم یعنی سنگساری، چوری کی سزا میں ہاتھ کا کاٹنا صرف اسلامی حکومت میں جائز ہے، اس میں ایسی صورت میں شرور وفتن سے محفوظ رکھنا ضروری ہے،: "ولکم فی القصاص حیوۃ یٰاُولی الالباب لعلّکم تتّقون" "اور اے اہل عقل (حکم) قصاص میں (تمہاری) زندگانی ہے، کہ تم (قتل کو خونریزی سے) بچو (یعنی حاکموں کو چاہیے کہ قصاص دلانے میں قصور نہ کریں تاکہ آئندہ خون بند ہو"

تادیب اطفال: بچوں اور طلباء کو اصلاح کی نیت سے حدود میں رہ کر تادیباً پیٹنا جائز ہے، شرط یہ ہے کہ بدن پر نشانات نہ پڑیں اور بہر صورت چہرے اور نازک موقعوں پر ضرب لگانا بالکل ناجائز ہے۔

تین بار ہاتھ سے پیٹے نہ کہ چھڑی یا لاٹھی سے!: درمختار میں ہے: "وَان وَجَبَ ضَرَبَ ابن عشر علیھا بید لَا بخشبۃ" مطلب یہ ہے کہ اگر اولاد نماز پڑھنے میں سستی کرے اور اصلاح کرنا ضروری بن جاتا ہے تو بارہ سال کے بچے کو ہاتھ سے مارے "وَلَا یُجَاوِزُ الثَّلَاث" اور تین بار مارنے سے آگے نہ بڑھے اور لکڑی سے نہ مارے۔ اس بارے میں فتاویٰ شامی جلد ثانی میں ایک حدیث نقل کی گئی ہے: "اِیَّاكَ اَن تَضْرِبَ فَوْقَ الثَّلَاثِ، فَاِنَّكَ اِذَا ضَرَبْتَ فَوْقَ الثَّلَاثِ اقْتَصَّ اللّٰہُ مِنْكَ" تین مرتبہ سے زیادہ مارنے سے پرہیز کرو، اگر تین مرتبہ سے زیادہ پیٹو گے تو اللہ تم سے قصاص لے گا۔

بچوں اور طلباء کی تادیب کیلئے مناسب صورت: بچوں اور طلباء کی اصلاح کی ضرورت کے وقت ایسی سزا دی جائے جس میں ورزش بھی ہو، اور نقصان بھی نہ ہو، مثلاً تھوڑی دیر کیلئے مرغا بنانا، یا اُٹھا بیٹھی کرائی جائے لیکن یہ خیال رکھا جائے کہ زیادہ دیر تک سزا جاری نہ رکھی جائے، اگر مربّی یا معلّم بھول جائے تو بچہ اور طالب علم از خود اُٹھے اور بیٹھے تاکہ حادثہ اور تکلیف وغیرہ سے بچ سکے، ورنہ بُرے نتائج سامنے آئیں گے پھر پچھتانا پڑے گا۔

اچانک تکلیف پہنچے تو فوراً معافی مانگے: خدانخواستہ اگر کسی کو اچانک تکلیف پہنچے تو فوراً معافی مانگنی چاہیے، اور معافی مانگنے میں شرم محسوس کرنا تکبّر کی بات ہے، جس سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔

بدترین ایذاء رسانی: والدین کی ایذاء رسانی سب سے زیادہ خطرناک ہے، اس کی سزا عالم برزخ یا عقبٰی کے بجائے دُنیا ہی میں بھگتنی پڑتی ہے، ایسے ہزاروں واقعات مشاہدے میں آچکے ہیں۔

ایذاء دینے کے کام جو ممنوع ہیں: گالی دینا، لعن طعن، غیبت، بہتان تراشی، چغلخوری، جھوٹی قسم کھا کر کسی کا حق مارنا، جھوٹی شہادت دینا، حقارت کرنا، دھوکہ دینا، حق واپس نہ کرنا، چیز وصول کر کے اس کی قیمت مالک کو دینے میں تاخیر کرنا، والدین، اولاد، بیوی، بیٹی وغیرہ کے حقوق ادا نہ کرنا، مزدور وملازم پر طاقت سے زیادہ کام کا بوجھ ڈالنا۔ عاریت کی چیز اور قرضہ مالک کو واپس نہ کرنا یا بلاوجہ تاخیر کرنا، گاڑی وغیرہ میں سگریٹ وغیرہ پینا، گاڑی ٹھیک سے پارک نہ کرنا، ریڈیو، ٹی وی، ٹیپ ریکارڈر کی آواز بلند رکھنا جس سے ہمسایہ یا پاس بیٹھنے والا پریشان ہو، لاؤڈ سپیکر آرام کے اوقات خصوصاً رات دیر گئے تک استعمال کرنا، چاہے وعظ وتبلیغ یا نعت وغیرہ ہی کیوں نہ ہو، مجلس، مدرسہ، مسجد وغیرہ، میں بدبودار کپڑے یا پسینہ کی بو کے ساتھ جانا وغیرہ، عیادت کے موقعے پر مریض کے پاس زیادہ دیر تک بیٹھنا اور اُسے بات کرنے پر مجبور کرنا، تعزیت کے موقعے پر پردہ کے احکام کی رعایت نہ کرنا اور غیر محرم خواتین کے ساتھ ناروا اختلاط، بلاضرورت اس موقعے پر رشتہ داروں کا بیٹھے رہنا، جادو کرنا، اور تعویذات کا غلط استعمال، الغرض یہ فکر ہر وقت دامن گیر رہے کہ بندے سے دوسروں کو راحت پہنچے، اگر راحت نہ پہنچا سکے تو کم از کم کسی کو تکلیف بھی نہ پہنچے، ترکِ ایذاء رسانی بھی بہت بڑی نیکی ہے۔

علماءِ ربّانی کے ساتھ ادب سے پیش آنا ضروری ہے: علماءِ حق جو خوشبو کی طرح چھپائے چھپ نہیں سکتے، ان کی ایذا رسانی بھی بہت مُہلک ہے، اُن کے ساتھ بدسلوکی بہت سخت عذاب کو دعوت دینے کے مترادف ہے، نبی رحمت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: "وَأَنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ" اور علماءِ حق انبیاء کے جانشین ہیں اور

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا
وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
فقیروں کا ملجا، ضعیفوں کا ماویٰ
یتیموں کا والی، غلاموں کا مولیٰ
خطا کار سے در گذر کرنے والا
بد اَندیش کے دل میں گھر کرنے والا
مفاسد کا زیر و زَبر کرنے والا
قبائل کا شیر وشکر کرنے والا
اتر کر حِرا سے سوئے قوم آیا
اور اِک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا
مِسِ خام کو جس نے کُندن بنایا
کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا
عرب جس پہ قرنوں سے تھا جہل چھایا
پلٹ دی بس اِک آن میں اس کی کایا
رہا ڈر نہ بیڑے کو موجِ بلا کا
اِدھر سے اُدھر پھر گیا رُخ ہوا کا